

کتنی سنگین ہے یہ  
”جرم غریبی کی سبزا“

قیمت ۱ — ۵۰ روپے  
برائے ڈاک ۱ — ۶۰ روپے

# الف سحر

بفت روزہ  
کراچی





# اختیاری بیمہ

عام میعاد کی بیمہ کی رقم تو میعاد پوری ہونے پر ہی ملتی ہے۔ آپ کو اس سے  
پہلے روپے کی شدید ضرورت پڑ جائے تو۔  
بھارا نیا اور بے نظیر اختیاری بیمہ آپ کی اس ضرورت کو پورا کرے گا۔  
اس کی خصوصیات۔

۱۔ ادائیگی میعاد پوری ہونے سے پہلے

۲۔ ادائیگی قسطوں میں

تفصیلات کے لیے اپنے بزنس ہمارے نمائندے کو یاد فرمائیے۔ وہ بڑی خوشی  
سے آپ کی خدمت کمال دے گا۔

علاقہ دہلی میں رہنے والے آگ بھری خواتین، مذاات، خیرات و خیریت، بیٹوں کے شوقے بخونے،  
نفس زنی، شیکراری کے اور کافی تفصیلات کا مفید مکتبہ دار کا مرکز ہے۔

ایسٹرن فینڈرل یونیون انشورنس کمپنی لمیٹڈ  
آپ کی اپنی بیمہ کمپنی

EFU-737-70-U

THAVEN

Saga Printers



۲۳ مارچ

آج دہشت گردوں اور بیرونی سازشوں کی زد میں ہے۔ امریکی اور دوسری سامراج نے پاکستان کو ختم کرنے کے لئے اپنے تمام ذرائع استعمال کرنے شروع کر دیئے ہیں اور ملک کی سالمیت اس حد تک خطرہ میں پڑ گئی ہے کہ بارہ کروڑ عوام یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ پاکستان میں عوام کا راج ہوگا یا امریکی اور دوسری سامراجی اکنڈ جارت کے گنڈاؤ نے منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ وہ ۲۳ مارچ کو دسویں یوم پاکستان منائیں اور پھر ایک ایسی جدوجہد کا آغاز کریں کہ آئندہ ۲۳ مارچ ملک دہشت گردوں کی دہشت گردی پر کڑی امریکی کڑی دسویں کوئی سامراجی ایجنٹ باقی نہ رہے

عوام کو یقیناً جدوجہد کا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ انہیں عبوری حکومتوں کے قیام سے توقعات وابستہ نہیں کرنا ہوں گی۔ انہیں مظلوم عوام کو سازشوں سے نجات نہ دلا جائے گی۔ وطن کو بچانے کا ایک ہی راستہ ہے کہ

• ہم وطن عزیز کی سالمیت کے لئے امریکی اور دوسری سامراج کے خلاف جدوجہد کر جائیں۔

• وطن عزیز سے امریکی اور دوسری سامراج کے ایجنٹوں کا مکمل منایا کر دیں۔

• مزدور کسان راج کے لئے اپنی صفوں کو منظم کریں

• سازشوں سے ہوشیار رہیں اور ان کا قلع قمع کرتے کرتے آگے بڑھیں

فتح یقیناً ہماری ہوگی۔ سازش اور ان کے ایجنٹوں کا عبرت ناک انجام ہوگا۔ بالکل ایسا ہی جیسا کہ ویتنام، کیمبوڈیا اور لاؤس میں ہوا ہے۔

۲۳ مارچ ۱۹۷۱ء سے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے خلاف سرچر انداز میں سیاسی شعور کا مظاہرہ کیا جائے۔ یہی طبقہ دراصل غیر ملکی طاقتوں یعنی امریکی اور دوسری سامراج کے منادات کا محافظ ہے۔ ۲۳ مارچ سے بارہ کروڑ عوام کو بیڑ بکریوں کی طرح سامراجیوں کے ہاتھوں ذلت کرتا پلا آرہا ہے اور اب پھر ایک بار مظلوم عوام کو بین الاقوامی منڈی میں سامراج کے سامنے بکاؤ مال بنا کر پیش کر دیا ہے۔

جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو یہ یاد کرانے کی اشد ضرورت درپیش ہے کہ پاکستانی عوام بکاؤ مال نہیں۔ وہ بٹوکے ننگے ضرور ہیں لیکن وطن کی حفاظت سالمیت اور استحکام کے لئے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے۔ سامراجی ایجنٹوں کو یہ یقین دلانے کے لئے عمل کی ضرورت ہے۔ ایسا ہوا تو ۲۳ مارچ ۱۹۷۲ء تک ملک سامراجیوں سے پاک ہو جائے گا۔ ہمارا لہرہ ”عوام متحد ہو جاؤ۔ امریکی سامراج، روسی سوشل سامراج اور ان کے تمام پٹھوں کو شکست دے دو“ ہونا چاہیے۔

خدا کی بستی کے مظلوم عوام کا ترجمان

ہفت روزہ  
الفتح  
کراچی

جلد : ۱ — شماره : ۲۵

۲۵ مارچ — یکم اپریل ۱۹۷۱ء

نگران

شوکت صدیقی — محمود شام

✽

مدیر

ارشاد راول

✽

معاونین خصوصی

ابراہیم جلیس — منہاج بڑنا

افضل صدیقی — ایم کے جنجوعہ

✽

نائب مدیران

اشرف شاد — وہاب صدیقی

مکاس : الطاف رانا آرٹ : غلام نبی قرنی

بدل مشترک فی پرچہ سالانہ ششماہی  
۵۰ پیسے ۲۵ پیسے ۱۳ پیسے  
بڑائی ڈاک سے ۶۰ پیسے ۳۰ پیسے ۱۶ پیسے

بحرین، کویت — ۶۰ نفیس  
دوئی قطر — ۵۰ درہم  
سودی عرب — ۱۵ قرش  
انگلستان — ۶ شلنگ ۶ پنیس

نظام اشاعت

دہشت روزہ الفتح، ۱۰۰ ڈوی نوسری کمرشل ایڈ

پلی : ۱۰۱۔ سی : ۱۰۱۔ این : کراچی — ۲۹

ایڈیٹر بشیر شاد راول۔ مدیر حق انش پرینٹ ایلیٹ آباد کراچی



# مزدوروں کسانوں اور صحافیوں کے لئے عوامی تحریک کا آغاز



غدار کون ہے اور محب وطن کون؟

## فیصلہ عوام کریں گے

افضل صاحبی

دنیا بانی ہے۔ مگر قتل کے انڈھوں کو سچ میں  
صورت اور حق میں باطل ہی نظر آتا ہے۔ اور  
وہ حق کے سورج کی تیز روشنی میں اپنی کم عقلی کا  
چراغ جلانے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔  
دستور اپنی پسند کے اپنے اقتدار کے تحفظ  
کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ قوانین حق داروں  
کے حقوق غضب کرنے اور ظلم کی پشت پناہی  
کے لئے وضع کئے جاتے ہیں۔ اس دستور کا  
قوانین کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ جو  
چیلنج کرے گا وہ غدار ہوگا۔ باقی کہلاتے گا عدلیہ  
سے انصاف طلب کرنا ہر ملک کے آئنا ذخیرہ کا  
حق ہوتا ہے۔ یہی انتظام اپنی کمزوریوں اور  
زیادتیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے بعض قوانین خود  
گھڑ لیتی ہے اور عدلیہ کو آزادانہ اور غیر جانبدار

ہر دور میں حکومت اور برادری کے  
مزدور، مزدب، تدار، بغاوت اور  
وطن دشمنی کا مفہوم اس کی اپنی پسند کا رہا ہے۔  
جس طرح قزاقی باب کی تعمیر باروگ اپنے مطلب  
کے مطابق کرتے آتے ہیں۔ جس کو چاہا کافر اور  
مزدقار دیا۔ جس کو چاہا سزا دار اور دس ٹھکانا دیا  
اس طرح ہر دور میں غداروں اور وطن دشمنی  
اور باطل کے سانچے اور پیمانے بھی بدلتے رہتے  
ہیں۔ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ۔ اس کا فیصلہ  
ہیشہ حکومتیں اور گنتی کے مفاد پرست کرتے  
آتے ہیں۔ لیکن صحیح فیصلہ تاریخ کرتی ہے۔ اور  
تاریخ عوام بناتے ہیں۔ عوام ارتاریخ کا فیصلہ

طور پر انصاف کرنے سے روک دیتی ہے۔ کسی  
قانون میں کوئی ستم نکل آیا اور ظالم کے ظلم کا پردہ  
چاک ہونے لگا تو جیت کسی آرڈی نیس کی مدد  
سے قانون میں ترمیم کر دی۔ ایوب خاں اور نواب  
کالاباغ مرصہ دراز تک ایسے آرڈی نیسوں اور  
ایسے ہی کالے قوانین کے ذریعہ عوام پر ان کی مرضی  
کے خلاف حکومت کرتے رہے۔

یہ قوانین اب بھی اتنے ہی سیاہ ہیں، اور  
ان پر عمل درآمد بھی اسی طرح آنکھ بند کر کے  
ہوتا رہا ہے۔

عدلیہ کو آزاد اور خود مختار ہونا چاہیئے۔ یہ بہت  
پرانا مطالبہ ہے۔ جو ابھی تک پورا نہیں ہو سکا۔ یہ  
ایک جہوری حق ہے جو ابھی تک عوام کو نہیں ملا۔  
آج بھی کسی بے گناہ شخص کو جس سے زندگی بھر  
قتل یا جبری کی واردات سرزد نہیں ہوئی، عسکر  
پر کھڑے گھر سے مجرم قرار دیا جاسکتا ہے۔ کسی نے  
کسی ایس پر کسی تھوڑا نہیں کیا۔ کسی کے خلاف مزہ با  
کا لہو نہ لگایا۔ پھر بھی وہ بھی بھڑایا جاسکتا ہے۔  
آپ کی اگر جھڑپ سے دشمنی ہے اور آپ سماجی حیثیت  
دولت اور سورج رکھتے ہیں تو آپ جب چاہیں  
اور جب تک چاہیں مجھے حلالانہ میں بند کر سکتے  
ہیں بغیر مقدمہ چلانے۔ اور اگر آپ کو باندھنا  
ہو کہ میں ضمانت پر پھوٹ سکتا ہوں۔ تو پھر اسی  
کا یہ حاسا منہ یہ ہے کہ آپ ارباب نظم و نسق  
پر اپنا اثر ڈال کر مجھے کیرنٹ، باغی، غدار، وطن  
دشمن یا غیر ملکی جاسوس قرار دلا دیں۔ باغی کے  
لئے سزائے موت یا عمر قید ہوتی ہے۔ اور صرف  
صدر مملکت ہی برسرِ ماعت کر سکتے ہیں۔ قانون  
میں ایسے شخص کی معافی کے لئے کوئی گنجائش نہیں  
ہے۔ ایسے شخص پر مفاد عامہ کے پیش نظر مکمل  
عدالت میں مقدمہ چلانے کا ڈھونگ دجانے  
کی بھی ضرورت نہیں۔

پاکستان کی قرارداد پیش کرنے والے عظیم  
محب وطن رہنما مولوی ابوالقاسم افضل الحق بھی  
اسی پاکستان میں غدار قرار دیئے گئے تھے جین  
سپروردی شیخ حبیب الرحمن، ایم کے جعفر  
فیض احمد فیض، میجر جنرل اکبر خاں جیسے لوگ  
بھی سازشی، باغی اور وطن دشمن ٹھہرائے گئے۔  
کیا واقعی انہوں نے وطن سے بغاوت کی تھی؟  
حکومت کا فیصلہ ہی تھا مگر تاریخ نے اور عوام  
نے اس کے خلاف فیصلہ دیا۔ نقیث جنرل  
اعظم خاں غیر بنگالی اور مغربی پاکستانی تھا۔ اور

اس نے مشرقی پاکستان پر نہیں بلکہ بنگالی عوام  
کے دلوں پر راج کیا۔ مگر اسے مغربی پاکستان بھی  
کے حکمرانوں نے ایک طرح سے غدار قرار دے  
کر ایک کونے میں دھکیل دیا۔ اس کا بھی وہی برہم  
تھا جو سب کے لئے آج بھی لائق تعزیر ہے۔ آتا  
ہے۔ جو صوبہ اور انڈاس کے شگجوں میں دیے  
ہوئے بے بس عوام کی آزادی اور خوشحالی  
کی بات کرے وہ آج بھی غدار ہے۔

ذوالفقار علی بھٹو نے ملک کے کروڑوں  
مظلوم انسانوں کی نجات کی ہم چاہتی تھیں تو قانون  
حرکت میں آگیا۔ آواز اٹھی "اسے سولی پر  
چڑھا دو۔" وہ ایوب خاں کے دور میں باغی  
اور غدار کہلایا۔ وہ غدار سمجھا گیا۔ اس لئے کہ  
اس نے اعلان تاشد کو سامراجیوں کی سازش  
تباہ کر دیا۔ اس نے ملک کو امریکہ کے ہاتھ  
تھا۔ اس نے کہا کہ "دستور سے کسی مجھ کے کا  
پیٹ نہیں بھر سکتا۔ آئین، جمہوریت، ایکشن  
سب چند پیٹ بھروں کی ہاتھیں ہیں۔ پیٹے خور  
کو روٹی، کپڑا اور سر چھپانے کو جگہ دو پھر کوئی  
نظام رائج کرنے کی سوچو۔ تب بھی اسے باغی  
اور وطن دشمن سمجھا گیا۔ اور جب اس نے "وطن  
دوستی" کا ثبوت دینے کے لئے آئین اور جمہوریت  
کے لئے ایکشن جیت کر دکھایا۔ تب بھی اسے  
دھوکے باز، بازی گر اور باغی کے خطابات سے  
نوازا گیا۔

آج جب وہ قومی اتحاد اور وطن کی سلامتی کی  
بات کر رہا ہے تب بھی اسے غدار اور ملک دشمن  
قرار دیا جا رہا ہے۔ اور وہ سیاسی چھوٹ بھٹے  
سب سے بڑے محب وطن ٹانگہ بانس پر  
چڑھائے جا رہے ہیں۔ جو ایکشن اڑ گئے  
تھے۔ جنہیں عوام نے خدات سے ٹھکرا دیا تھا۔  
آج تو ملک کے گھر سے گھر کے ایک ایک  
گھر اس قبیلہ کو اس پر راج کرنے کی جگہ ددو  
میں لگے ہوئے ہیں وہ سب سے بڑے علمبردار  
اتحاد، قوم کے درد مند اور ملک کے وفادار  
ٹھہرائے جا رہے ہیں۔

جب بھٹو نے ہمارے کو بلاتے جانے  
والے قومی اسمبلی کے اجلاس کے ایکٹ کا  
اعلان کیا تو ملک کے ایک ایک کنوینس سے ان  
سیاسی میڈیکوں کے ڈرانے کی آواز آنے لگی  
کہ "بھٹو جمہوریت کا دشمن اور باغی ہے۔" ان

باقی صفحہ ۷۶ پر ملاحظہ فرمائیے



عوام نے سازشیوں کو بے نقاب کر دیا ہے

## عبوری حکومت کا قیام اچھا تشکون نہیں ہے

عمود شام

اس وقت جب یہ سطور لکھی جا رہی ہیں، مشر عبثو ڈھاکے جانے کے لئے روانہ ہو رہے ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق حالات پرسکون ہو رہے ہیں۔ اسید کی روشنی بڑھ رہی ہے۔ لیکن اس خاموشی میں بہت سے طوفانی پوشیدہ ہیں۔ گذشتہ دنوں میں جو کچھ ہو چکا اس سے فاسلے اور بڑھ گئے ہیں۔ اور کئی سیاسی اور جغرافیائی تحقیقاتیں جو ابھی تک عوام کی نظروں سے اوجھل تھیں ان کے سامنے بھی آگئیں۔ ۲۳ سال میں اتحاد اور سلامتی کے لئے جو "ہم نہاد" کوششیں کی گئیں وہ بے سود ثابت ہوئیں۔ تمام سیاسی قوتیں اس وقت ڈھاکے میں

موجود ہیں۔ اس بحران کو ختم کرنے کے لئے قومی عبوری حکومت قائم کی جا رہی ہے۔ حلف لینے کے لئے چیف جسٹس عمو دارجلن، جسی ڈھاکے پہنچ چکے ہیں۔ ڈھاکے میں اس سے پہلے یہ کوششیں کی جا رہی تھیں کہ مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی کو نظر انداز کر کے مشرقی پاکستان کی اکثریتی پارٹی مغربی پاکستان کی اقلیتی جماعتوں کے ساتھ ٹھٹھہ جوڑ کر کے صدر یحییٰ پر دباؤ ڈال کر ایک ایسی عبوری حکومت بنائے جس میں عبثو کے علاوہ سب ہوں لیکن اور دوس کی اس سماجی سازش کو شہ سرخی کے طور پر ایک حال ہی میں "مشرعوشن" بننے والے لاہور کے اخبار نے شائع بھی کیا تھا۔ دوس نو از نیپ کے صدر ولی خان مسکن یازار کے بعد ڈھاکے پہنچے تھے۔ انہوں نے



خبر یہ پڑائی ہے کہ انہیں صدر یحییٰ نے تارکش کر دئی ہے بلا ہے۔ حالانکہ وہ تار اس گولی میز کا نفرین کے لئے اطلاع کے طور پر دیا گیا تھا۔ جو ارماریج کو ہونے والی تھی۔ وہ شیخ عیوب الرحمن کی دعوت پر ڈھاکہ پہنچے۔ اس کے بعد دولت از، مفتی محمود اور آفرین حوائی بیگنے سے آئی لے یا جماعت اسلامی کے بیٹن مشرے کے بروہی کو ڈھاکہ بلایا ہے۔ یہ مشر پاکستان کو فروخت کر دینے کی کڑیاں تھیں۔ یہ تمام سوداگر اس لئے ڈھاکہ پہنچے تھتے تھے۔ اور ہر ڈھاکہ میں یہ مریضیاں ان سازشوں کو سہی تھیں۔ اور ایک سابق وزیر اور عاید انتخابات میں بڑی طرح شکست کھانے والے ایک امیدوار کے جاتی پرنس صدر راہی کے اعزاز میں دئے گئے ایک ڈھیر مناد ہے تے کہ میں سندھ کا گورنر

بننے والا ہوں اور نور خان خان پنجاب کے گورنر پھر تم مل کر پیپل پارٹی کو ختم کر دی گے۔ یہ شکوہ ان کو سٹیشن کا مکس قی جوڑھا کے میں ہو رہی تھی۔ تمام شکست خوردہ سیاسی جماعتیں اسی سازش کی تشکیل کے لئے شور مچا رہی تھیں کہ اقتدار فوری طور پر شیخ عیوب الرحمن کو منتقل کیا جائے۔ یہ بعد کی اس لئے تھی کہ اقتدار کی یہ بندر بانٹ آسانی سے ہو سکے۔ شیخ عیوب الرحمن نے مشرقی پاکستان کے عوام کو قربانی کا بکرا بنی اسی سازش کے تحت بنایا۔ اور یہ صورت حال اس لئے پیدا کی کہ مشرقی پاکستان میں وہ اتنی اکثریت ہیں جس کی اکثریت مخالفات کی باسانی تکمیل کر سکتے ہیں جب کہ مغربی پاکستان میں اس کی تکمیل میں عوام کی طاقت کاوش نہیں ہوتی ہے۔ جو چنانچہ میں سرور اور سرحد میں ولی خان موجود ہیں لیکن پنجاب اور سندھ میں بہت مشکل ہے۔ حالانکہ جی دو بڑے صوبے ہیں۔ اس کے لئے مل بھی تھا کہ اگر عیوب الرحمن صاحب کو مرکز میں اقتدار منتقل ہو جائے تو صوبوں کے گورنر مقرر کر کے کا اختیار انھیں حاصل ہو جائے اور کبھی بھی مزدورت کے تحت گورنر راج قائم کیا جاسکے گا۔ عیوب الرحمن صاحب نے اسی لئے پیغام بھیج دیا کہ ولی خان ادولتی، مفتی عسکرو اور اسے کے بروہی کو بلایا۔ لیکن مغربی پاکستان کے چاکر کوڑ عوام کی ترجمان پارٹی کے میڈر کوڑے بلایا۔ جس طاقت کے بل بوتے پر وہ خود ڈھاکے جوئے ہیں۔ مغربی پاکستان کے ضمن میں اس طاقت یعنی عوام کو بھلا دیا۔ مشر عبثو نے بار بار چیلنج کی لیکن عیوب صاحب نے کوئی وقعت نہ کی۔ صدر صاحب نے اپنے طور پر دعوت دی۔ مشر عبثو نے یہ شرط عائد کی کہ جب تک شیخ عیوب الرحمن بات چیت میں نہ بھیجیں یا الگ سے بات چیت کے لئے تیار نہ ہوں اس وقت تک میں نہیں آسکتا کیونکہ صدر صاحب سے تو میں بہت مل چکا۔ اپنا

### کیا ہونے والا ہے

کی جائیں گی۔ پنجاب اور سندھ میں پیپلز پارٹی، بلوچستان اور سرحد میں مخلوط حکومتیں قائم ہوں گی۔ سرحد میں ممکن ہے قیوم بیگ اور پیپلز پارٹی کے درمیان اشتراک ہو۔  
۴۔ ان تمام امور کی انجام دہی کے لئے چونکہ وقت درکار ہوگا اس لئے اب کے عیوب صاحب سمیت تمام دہشتا قومی اسمبلی کے اجلاس کے انعقاد پر متفق ہونگے۔

۱۔ مارشل لا رستم سے عوامی نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنے کے لئے ایک "عبوری آئینی ڈھانچہ" بنایا جائے گا۔ جس کے تحت انتقال اقتدار ہوگا۔  
۲۔ عبوری آئینی ڈھانچے کے تحت قائم ہونے والی عبوری قومی حکومت میں عوامی لیگ کو چھ پیپلز پارٹی کو تین، نیپ اور قیوم لیگ کو ایک ایک وزارت دئے کا امکان ہے۔  
۳۔ عبوری آئینی ڈھانچے کے تحت صوبوں میں حکومتیں قائم

ڈھاکے میں عوامی لیگ کے ماہرین کے علاوہ اس وقت صدر یحییٰ کے مشیران مشر عبثو کے مشیر بھی موجود ہیں۔ قومی اسمبلی کے اجلاس سے پہلے اقتدار کی منتقلی کے بارے میں سوچا جا رہا ہے۔ یہ سطور آپ کی نظروں تک پہنچنے تک ممکن ہے کہ عبوری حکومت قائم ہو چکی ہو۔ اس وقت جن باتوں کے امکانات ہیں وہ "الفتح" کے قارئین کی اطلاع کے لئے درج ذیل ہیں:





پاکستان

بلکا و مال بن کر رہ گیا ہے

کے آئینی بیوروں کے ساتھ مل کر کن سامراجی رازوں کو عملی جامہ پہن رہے ہیں۔ اس وقت اگر چیچن پارٹی اور مغربی پاکستان کے محب وطن افراد کا انٹرنیٹ کو بے نقاب کرنا شروع کر دیں۔ مغربی پاکستان کے غداروں نور خاں، مصفر خاں، نصر اللہ خاں، مفتی محمود، دولت ان کے چہروں سے نقاب اٹھا رہے ہیں۔ تو مشرقی پاکستان کے عوام مغربی پاکستان کے عوام کے قریب آجائیں گے۔ مغربی پاکستان کے عوام — مشرقی پاکستان کے عوام کا استقلال کرنے والے سربراہ ماروں کے خلاف اب اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ دیبا، ہارون، داؤد، آدم جی نے مغربی پاکستان کے عوام کا بھی کم استحصال نہیں کیا۔ اب مغربی پاکستان کے عوام انہیں معاف نہیں کریں گے۔ مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی کے متاثرہنا مرلہ محمد خالد نیپے چیئر میں ذوالفقار علی بھٹو کی زیرہدایت سربراہ ماروں، جاگیرداروں کا استحصال ختم کرنے کے لئے کارکنوں کو منظم کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان سامراجی دلاؤں کے خلاف یہ جدوجہد مشرقی پاکستان کے عوام کو یقین دلائے گی کہ ان کے دشمن مشترک ہیں۔ اور انہیں یہ لڑائی مل جل کر لڑنی ہے۔ مشرقی پاکستان کی اکثریت مغربی پاکستان کے عوام کا جدوجہد روس پاکستان میں استقلال کے خاتمے کے لئے ہے

نقد نظر میں کھل کر چکا ہوں۔ ایک دن کے تسلسل کے بعد پھر شیخ صاحب کی مدد سے ملاقات ہوئی۔ اور ادھر مغربی پاکستان کے عوام کے پھر سے ہر سہ جذبہ کی خبریں پہنچیں تو شیخ صاحب نے مجھ کو ان کی اور انہیں احساس ہوا کہ مغربی پاکستان کو ان سامراجی دلاؤں کے ہاتھوں غریب بن چکے ہیں۔

امریکی رازیں سازش کو اس مرحلے پر بھی مغربی پاکستان کے عوام نے کام نہ دیا۔ یہ سب ممکن حالات کے بعد اب مشرقی پاکستان میں بھی مستحکمیت کی صفائی جہرہ ملے گی ہیں۔ مولانا جہاں لائی نے کہا ہے کہ مغربی پاکستان سے مشرقی پاکستان کی آواز سنائی دے گی کہ وہ وہاں کی اکثریت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس طرح اب مشرقی پاکستان کے عوام کو بھی احساس ہوا ہے کہ شیخ مجیب الرحمن مغربی پاکستان

جیکو شیخ مجیب الرحمن جنگ ویش کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کہتے۔ ان کی حالیہ عدم تعاون کی تحریک کے برعکس سربراہ ماروں کو کوئی نقصان پہنچے نہیں دیا۔ جیکو مشرقی پاکستان میں اپنے دالے عام مغربی پاکستانیوں اور غیر جنگ لیروں کی جانبیں اور اہلک ضائع ہوئیں اور مغربی پاکستان میں جھوٹے ساجروں اور عوام کو سخت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

مشرقی پاکستان کی پارٹی کے بر وقت سیاسی اقدام سے مغربی پاکستان کو فروخت کر دینے کی سازش عادی طور پر کام ہو چکی ہے۔ عبوری قومی حکومت کے قیام کی کوشش کی جا رہی ہے عبوری آئینی ڈھانچہ بن چکا ہے۔ اس پر مشر بھیڑ کی رضا مندی لی جائے گی۔ پھر اقتدار منتقل ہوگا۔ عبوری آئینی ڈھانچے کے ساتھ ہی قانونی ڈھانچہ ختم ہو جائے گا۔ قومی اسمبلی غیر مطلق الاستیلا ادارہ ہوگا۔ اور پھر پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کی طرح اس دستور ساز اسمبلی کو بھی اختیار ہوگا کہ وہ جتنے عرصے میں چاہے آئین بنائے۔ آئین کے اختتام کے تحت فطریہ یہ ہے کہ آئین سازی لاہور کی عرصے تک رک جائے۔ اسی وقت دیبا کی عبوری حکومت کے تحت ہی کام چلے اور پھر تاریخ اپنے آپ کو دہرائی جاسکتی ہے۔ اب لوگ مشر بھیڑ کے اس موقف کی اہمیت کا احساس کریں گے کہ اسمبلی کے اجلاس سے پہلے

مقتدا صاحب پر ملک کی دونوں سیاسی قوتیں آجیں میں غار مولا بنالیں۔ تاکہ اس کے تحت اسمبلی میں جیکو کر آئین بنائیں۔ اور مختصر مدت میں آئین بنالینے کے بعد مارشل لا حکومت سے اقتدار حاصل کر لیا جائے۔ اس صورت میں دونوں اکثریتی جماعتوں کی رضا مندی کے باعث یہ دستور ملک کے عوام کی انگلیوں کا ترچا بن جاتا۔ دونوں اکثریتی جماعتوں کی اتفاق رائے۔ آئینی بڑی طاقت ہوئی کہ اس کے بعد مارشل لا مستقل طور پر ختم ہو جائے۔ ان دونوں اکثریتی جماعتوں کے باہمی اتفاق کے بعد جو شرائط وجود میں آتے وہ اس قدر مضبوط اور پائیدار ہوتے کہ پھر کسی غیر سیاسی قوت کو اقتدار ہاتھ میں لینے کی جرأت نہ ہوتی۔

اپنے خاص مفادات اور اصولوں کے تحت شیخ مجیب الرحمن نے مغربی پاکستان کی اکثریت کو مستقل نظارہ کر کے اب حالات کو اس نچ پر پہنچا دیا ہے کہ اب مستقل انتخابات کی بجائے عبوری انتخابات کے سوا رہے ہیں۔ اور مستقل حکومت کی بجائے عبوری حکومت قائم کی جا رہی ہے۔ مستقل آئین کی بجائے عبوری آئینی ڈھانچہ تیار کیا جا رہا ہے نہ جانے یہ عبوری دور کب تک چلے اور عوام کے سر پر غیر معمولی طاقتوں کا سایہ منڈلاتا رہا ہے۔ عبوری قومی حکومت کا قیام ٹیک سنگھ کی بجائے ایک نہایت ہی بدستگون ہے۔

## کیا کیا خطرات درپیش ہیں؟

وقت حالات بظاہر معمول پر آتے دکھائی دے رہے ہیں لیکن گزشتہ سال کے اس برس سیاسی حوالے تھے، وہ عبوری حکومت کے قیام سے ختم ہونے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ اس کے لئے اب ضرور جانیں گے۔ "الفتح" کے ذریعے ہم محب وطن افراد کو درپیش خطرات سے آگاہ کر رہے ہیں جن کے لئے ہر لمحہ تیار رہنا چاہیے۔ ہم ان خطرات کو الگ سے قلم بند کر رہے ہیں۔

۱۔ عبوری آئینی ڈھانچے کے تحت عبوری قومی حکومت اور عبوری صوبائی حکومتیں بن جانے کے بعد ملک کا نظم و نسق عوامی مناسباتوں کے ہاتھ آجائے گا۔ وہ اس نظم و نسق میں مصروف ہوں گے۔ قومی اسمبلی کا اجلاس ہوگا۔ اجلاس میں قومی اسمبلی کو "مطلق الاختیار" قرار دیا جائے گا۔ قانونی ڈھانچہ خود بخود ختم ہو چکا ہوگا۔ اس لئے اسمبلی کا اجلاس جاری رہے گا۔ نہ جانے کب تک دستور سازی کی کھجلی نہ ہو سکے اور یہی عبوری آئین ہی چل رہا ہے۔

۲۔ عوامی ایک جہ نکلت کر نہیں چھوڑے گی اور مغربی پاکستان جہ نکالت کر تسلیم نہیں

- ۱۔ اس لئے سیاسی طور پر مشرقی اور مغربی باند میں فاصلے بڑھتے رہیں گے۔
- ۲۔ عبوری قومی حکومت ایک مستقل قومی حکومت کی نسبت کمزور اور کم اختیارات کی مالک ہوگی۔ اس لئے اس کا زیادہ دیر تک چلنا ملک کے مستقل مفاد میں نہ ہوگا، سربراہ پار جانیکو اور اس طرح اجارہ دار رہیں گے۔
- ۳۔ عوامی مناسباتوں پر مشق ہونے کے باوجود عبوری قومی حکومت مطلق اختیار نہ ہوگی۔ اور غیر سیاسی طاقتوں کے نظم و نسق پر پھر بھی حاوی رہیں گی۔
- ۴۔ عبوری قومی حکومت کے دوران تمام تر توجہ داخلی مسائل پر رہے گی۔ اس لئے بین الاقوامی دنیا میں پاکستان کا مقام گرنا جائے گا۔
- ۵۔ سنا گیا ہے کہ عبوری قومی حکومت کے قیام کے فوراً بعد مجیب صاحب پاکستانی کرسی کی قیمت گرا کر آجائے ہیں۔
- ۶۔ یہ بھی خبر ہے کہ ڈھاکہ کے راستے شنگھائی جانے والی پٹی آئی اسے کی سرورس بھی ختم کر دی جائے گی۔
- ۷۔ عبوری قومی حکومت کا قیام جس قدر طویل ہوگا۔ اقتصادی مسائل اتنے ہی الجھتے جانیں گے کیونکہ قومی اختیارات کسی کے پاس بھی نہیں ہوں گے۔



## قصہ کاغذی شیروں کا

# یتیموں کی فریاد سن لیجئے گا!

### شوکت صدیقی

بچو! اس سیاست نامے کا پہلا سبق تقریباً مانتا ہے۔ یعنی قانوں کی تعلیم ملانے کی ضرورتوں سے کہیں کے جنھیں عرف عام میں سیاست دان کہا جاتا ہے۔ سیاست دان وہ ہوتا ہے جو سیاست کا کاروبار کرتا ہے۔ اسے اپنا اور اپنے بال بچوں کو کھانے کے لئے مرغ اٹھ کر دفتر نہیں چلانا پڑتا۔ نہ ہی ہمارے طرح دانا کاٹ لے کر لانا پڑتا ہے۔ نہ دکان پر بیٹھ کر کھانے کا کھوں سے جبکہ عجب کوئی ہوتی ہے۔ نہ اسے منت مزدوری کرنی ہوتی ہے۔ نہ کھیت میں ہل چلانا پڑتا ہے۔ یہ کام عوام کا ہے۔ سیاست دان کا کام ایڈری کرنا ہے۔ وہ اچھا کھاتا ہے۔ اچھا پہنتا ہے۔ کوئی بھی نہیں رہتا ہے۔ مرنے والوں میں گھومتا ہے۔ اور بڑائی جہانوں میں سر کرتا ہے۔ وہ ہر جگہ دیکھتا ہے۔ سیدہ اور ماہر کار ہوتا ہے۔ کچھ نہیں ہوتا تو ان کا بیڑا ہوتا ہے۔

میں کمال اذیت نہ کہتے ہیں۔ روزمرہ میں اور کشت کرتے ہیں۔ یہ خاص سیاسی اصطلاح ہے۔ اس کی تفصیل تعریف چوری اور سبز زندگی ہے۔ بحیثیت اور میں اس کا مطلب یہ ہے کہ غرت کریں چھپکیں حال فائدہ اٹھائیں مگر کم خالی یعنی دکھ ہیں فی الحال کو سے منہ نہ کھاتیں۔ علم حرف میں استعمال کو فعل مجہول کہتے ہیں۔ فعل مجہول وہ ہوتا ہے جب فعل کا نال معلوم نہ ہو اور معمول ہی اس کا قائم مقام ہو۔ تقریرات پاکستان میں استعمال یا بربطین جرم ہے۔ لقب مذہبی اور مذہبی کے ترادف ہے۔ ہزار اس کی جرمانہ اور قہر باشت ہے۔ لیکن جاگیر داری اور سرمایہ داری چونکہ استعمال محنت ہے۔ لہذا قانون کی رو سے جائز ہے۔

مجھے اسے بچے نام کیا چاہتے ہو۔ سیاسی پارٹیموں کے جھنڈے کی طرح ہاتھ ہلاتے ہو کیونکہ قانون یعنی تم پر معلوم کرنا چاہتے ہو کہ قانون کی رو سے محنت کا استعمال کیوں جائز ہے۔ محنت گھاسر ہو۔ تم یہ نہیں جانتے کہ قانون کون بناتا ہے۔ کان لہول کہہ لو۔ قانون قانون ساز اسمبلیاں بناتی ہیں۔ جنھیں پارلیمنٹ کہتے ہیں۔ پارلیمنٹ خود کچھ نہیں ہوتی۔ یہ منتخب ممبروں سے بنتی ہیں۔ منتخب ممبروں کے ہوتے ہیں جو الیکشن لڑتا ہے۔ الیکشن کن لڑتا ہے؟ الیکشن مزدور ہیں لڑنا کسان نہیں لڑتا۔ دانشور نہیں لڑتا۔ ہماری طرح کا کوئی چٹ جیٹ الیکشن نہیں لڑتا۔ لیکن الیکشن قوام کے نام پر لڑا جاتا ہے یا الیکشن میں قوام لڑتے جاتے ہیں۔ اسی طرح سے جنگ بڑی میں لڑتے جاتے ہیں۔ کوئی دھکیل کا لچھ لڑتا ہے۔ کوئی کھینچ کا۔ میں کا بھائی

ہوتا ہے۔ اور چکی پر قابو ہوتا ہے وہ ہاتھ کی صفائی دکھاتا ہے۔ یعنی حرفین کی ضمانت منہ پر داؤ دیتا ہے۔ یہ شیال کون ہمارا ہے؟ دیکھو مٹی مجھے یہ حرکتیں بالکل پسند نہیں۔ بچے نہ بڑا بھی بنانا ہوں۔ الیکشن مرن سیاست دان لڑتے ہیں۔ اور سیاست دانوں کی تعریف میں نہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ سیاست دان الیکشن لڑتے ہیں اور جب الیکشن جیت لیتے ہیں تو سبیل ہی دیکھ کر قانون بناتے ہیں۔ اسے دستور بھی کہتے ہیں۔ کچھ لوگ اتنی کہتے ہیں۔ انگلستان کو ملک ہے اتنی کہتے ہیں۔ مگر وہاں مملکت بھی قائم ہے اور حکومت بھی چلی رہی ہے۔ انگریزوں نے آئین کا شام نہیں پالا۔ اس میں سیاسی سرکار کا طرہ ہے۔ ایسا ہی جیسا آج کل ہمارے ملک میں پیدا ہو گیا ہے۔ یعنی آئین پر مگر کارڈ گرم ہے۔

اچھا بچو! اب ہم جنھیں سیاست دانوں کے کچھ نمونے دکھاتے ہیں۔ سبیل کو میٹھی جادو۔ دیکھو شہر نہ مچانا۔ بات بات پر جھپٹے نہ لگانا۔ تالیان مٹ اس وقت ہونا جو بچھیں اٹھو کیا جلتے۔ بچھ گئے۔ اچھا اب میں پردہ اٹھاتا ہوں۔ یہ صاحب جن کا قد چھو لکے۔ چہرہ بزمین برپا پست سے قیامت ہے۔ پلٹ جاتا یا لکے۔ ان کو کتنا تھکاؤ۔ تھکاؤ۔ یہ بہت تھکاؤ میں۔ کچھ زبیرا میں کچھ والے زمین میں۔ سوٹ پہنتے ہیں۔ نہیں! شروانی میں ہیں۔ جیٹ ٹھیک سے نظر نہیں آتا۔ زبیرا میں ٹھیک ٹھاکوں۔ حال دلا تو بہت دھندلے کہ بہت کہاں چلی گئی۔ خیر۔ کوئی مٹا لکے نہیں۔ وہ سوٹ میں ہوں یا شروانی

میں۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بہر حال یہ وہی ہیں۔ مجھے یقین ہے وہی ہیں۔ ڈون نہیں۔ یہ صرف وہی ہیں۔ یعنی گرجتے ہیں اور جو کہتے ہیں وہ برستے نہیں۔ اسے بچے! ہاتھ نہ لگاؤ۔ دھاریاں اسی نہیں۔ نفی ہیں۔

بچو! کچھ کام کے شیر ہوتے ہیں۔ کچھ نام کے شیر ہوتے ہیں۔ کچھ جنگ کے شیر ہوتے ہیں کچھ تالین کے شیر ہوتے ہیں۔ یہ پیشگی کے شیر ہیں۔ یہ تالین کے شیر ہیں۔ یہ کاغذی شیر ہیں۔ کاغذی شیر وہ ہوتے ہیں جو صرف کاغذ پر نظر آتے ہیں۔ تم نے انھیں اکثر اخبارات میں دیکھا ہوگا۔ یہ اخبارات میں صرف اس وقت نظر آتے ہیں جب کوئی بیان جاری کرتے ہیں۔ یہ ہر سوخت پر جھٹ پٹ بیان دیتے ہیں۔ مرنے نہ بھی ہو تو مرنے نکال کر بیان دیتے ہیں بڑیکر ان کا کام بیان کی توپ دافنا ہے۔ اسے بچے! تم انہیں کیوں دے ہو؟ اچھا انھیں وہ ماری یاد آگیا جس کا طوطا ایک آنے میں توپ دافنا ہے۔ جیٹ ویسے یہ سب تو بڑی بڑی۔ جادو! اس دفتر میں معاف کر دیا۔ اتنا ایسی حرکت کی تو مرقا بنا دوں گا۔ بڑوں کے بارے میں ایسی باتیں نہیں سچنی چاہئیں۔

تم تو سمجھو کہ یہ بیان کیوں جاری کرتے ہیں؟ جیٹ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ یہ مرکزی وزیر اطلاعات رہ چکے ہیں۔ اب تم یہ بھی پوچھو گے کہ وزیر اطلاعات کون ہوتا ہے؟ وزیر اطلاعات وہ ہوتا ہے جو رام کو بے خبر رکھتا ہے۔ البتہ ان میں ایک ہون ہے۔ وہ یہ ہے کہ رام کو بھی بے خبر رکھنے تھے اور خود بھی بے خبر رہتے تھے۔ یہ اخبار



## نقلی نیولین چلتی پھرتی سیاسی جماعت سے

قوسوں کو لاہر متول سے برطرف کروانے تھے۔ نواب زادہ صاحب! اس سسر پر آپ ہی کھینچی مبادا وہ ظلم تک صحیح خبر نہ پہنچا دیں۔ قدر کو تباہ! ملیں۔ جی کیا فرمایا؟ ذرا دور سے لوگیں۔ معاف ذکر سخاں کے مرکزی دفتر پر ہونے کا بھی جو وزیر ہو جاتا ہے وہ لیڈر بن جاتا ہے۔ سیاست دان میں جاتا ہے۔ سماعت کرنا میں نہیں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ وزیر بھی سیاست دان ہو سکتے ہیں۔ اسے چھوڑنا چاہیے۔ کیوں بار بار مانتا تھا تباہ ہے۔ پوچھو کیا پوچھنا چاہتا ہے؟ یہ وزیر نہیں سرکاری ملازم تھے۔ یہی آس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ سرکاری ملازم تو چور چوری کر رہے تھے۔ اصغر خاں بھی تھے۔ نور خاں بھی تھے کیا یہ سیاست دان نہیں ہیں؟ کیا تم اخبار میں ان کے بیانات نہیں پڑھتے؟ چلو دیکھ جاؤ۔ اب ایسا اعتماد سوال نہ پوچھنا۔ ہاں! تو میں یہ بتا رہا تھا کہ یہ بیان کیوں جلدی کرتے ہیں۔ یہ بیان اس وقت جاری کرتے ہیں جب ان کے پیٹ میں عوام کا درد مژدہ بن کر اٹھتا ہے۔ تم پوچھو گے کہ عوام میں کیوں نہیں جلتے۔ بیوقوفی طرح بڑے بڑے جلسے کیوں نہیں کرتے؟ جتنی جلد کہنے کے لئے حاضرین کی ضرورت ہوتی ہے۔

مردودیت کے زوال کے بعد اب کراتے پر بھی انھیں حاضرین نہیں ملتے۔ اور اگر ملتے ہیں تو اس میں لباس کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ انھیں گندے ہاتھوں اور سرے ہوئے ٹائفوں سے سخت نفرت ہے۔ عوام ایسے جلسوں میں اپنی رائے کا اظہار اسی طرح کرتے ہیں پھر اس میں یہ بھی تو کھڑے ہے کہ جب بیان ہادی سے کام چل جاتا تو جلسہ کرنے کا بھیہمہ کیوں مول لیا جاتے۔ یہ جو سراسر سے تیار کھاتے ہیں۔ چلے دل کے پھولے پھولتے ہیں کہ وہ لاکھوں کا مجمع لگاتے ہیں اور ان کے ساتھ معیشت یہ ہے کہ حکومت نے فٹ پاتھر زلیخ لگنا بھی سخاں قانون قرار دے دیا ہے۔ پھر یہ! اخبارات میں بیان ملتے بھی چھوڑتے ہیں کہ بہت قابل آدمی ہیں۔ نظریہ پاکستان کے جملہ حقوق ان کے پاس محفوظ ہیں جب سے وزارت سے ملے ہوئے ہیں پاکستان ان کے ہاتھ سے جلتا رہا۔ اب صرف نظریہ رہ گیا ہے۔ یہ نظریہ کیا بڑا ہے؟ یہی بات تو یہ ہے کہ یہ نہیں جانتے ہیں۔

نواب زادہ صاحب! اس سسر پر آپ ہی کھینچی ملیں۔ جی کیا فرمایا؟ ذرا دور سے لوگیں۔ معاف ذکر سخاں کے مرکزی دفتر پر ہونے کا بھی جو وزیر ہو جاتا ہے وہ لیڈر بن جاتا ہے۔ سیاست دان میں جاتا ہے۔ سماعت کرنا میں نہیں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ وزیر بھی سیاست دان ہو سکتے ہیں۔ اسے چھوڑنا چاہیے۔ کیوں بار بار مانتا تھا تباہ ہے۔ پوچھو کیا پوچھنا چاہتا ہے؟ یہ وزیر نہیں سرکاری ملازم تھے۔ یہی آس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ سرکاری ملازم تو چور چوری کر رہے تھے۔ اصغر خاں بھی تھے۔ نور خاں بھی تھے کیا یہ سیاست دان نہیں ہیں؟ کیا تم اخبار میں ان کے بیانات نہیں پڑھتے؟ چلو دیکھ جاؤ۔ اب ایسا اعتماد سوال نہ پوچھنا۔ ہاں! تو میں یہ بتا رہا تھا کہ یہ بیان کیوں جلدی کرتے ہیں۔ یہ بیان اس وقت جاری کرتے ہیں جب ان کے پیٹ میں عوام کا درد مژدہ بن کر اٹھتا ہے۔ تم پوچھو گے کہ عوام میں کیوں نہیں جلتے۔ بیوقوفی طرح بڑے بڑے جلسے کیوں نہیں کرتے؟ جتنی جلد کہنے کے لئے حاضرین کی ضرورت ہوتی ہے۔

مردودیت کے زوال کے بعد اب کراتے پر بھی انھیں حاضرین نہیں ملتے۔ اور اگر ملتے ہیں تو اس میں لباس کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ انھیں گندے ہاتھوں اور سرے ہوئے ٹائفوں سے سخت نفرت ہے۔ عوام ایسے جلسوں میں اپنی رائے کا اظہار اسی طرح کرتے ہیں پھر اس میں یہ بھی تو کھڑے ہے کہ جب بیان ہادی سے کام چل جاتا تو جلسہ کرنے کا بھیہمہ کیوں مول لیا جاتے۔ یہ جو سراسر سے تیار کھاتے ہیں۔ چلے دل کے پھولے پھولتے ہیں کہ وہ لاکھوں کا مجمع لگاتے ہیں اور ان کے ساتھ معیشت یہ ہے کہ حکومت نے فٹ پاتھر زلیخ لگنا بھی سخاں قانون قرار دے دیا ہے۔ پھر یہ! اخبارات میں بیان ملتے بھی چھوڑتے ہیں کہ بہت قابل آدمی ہیں۔ نظریہ پاکستان کے جملہ حقوق ان کے پاس محفوظ ہیں جب سے وزارت سے ملے ہوئے ہیں پاکستان ان کے ہاتھ سے جلتا رہا۔ اب صرف نظریہ رہ گیا ہے۔ یہ نظریہ کیا بڑا ہے؟ یہی بات تو یہ ہے کہ یہ نہیں جانتے ہیں۔

ہے۔ نہ کہلنے کی۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ اور جس کے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ وہ سیاست لڑاتا ہے۔ قیادت کرکے ہے۔ حکمرانی کرتا ہے۔ اس بات کو کہ میں باندھ لوں باقی طرح کے لوہے یہ فقط نظر غلط ہے کہ قیادت جدوجہد سے ابھرتی ہے۔ لیڈر لڑائی جدوجہد سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ننگوں اور بھوکوں کا فلسفہ ہے۔ پیٹ بھوکوں کا فلسفہ ہے کہ لیڈر خود بخود پیدا ہوتے ہیں۔ وہ پیدائشی لیڈر ہوتے ہیں۔ دین، دولت کے ساتھ انھیں لیڈری ہی دین میں ملتی ہے۔ انھیں کسی جدوجہد کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کسی عجیب بات ہے۔ بھلا یہ سیاست کیوں نہ بگھاریں۔ گروہ سے ان کی کیا جانتا ہے۔ بدلی گنتی ہے نہ بگھاری اور رنگ جو کھاتا ہے۔ یعنی صرف بیان جاری کرنا پڑتا ہے تو پھر جو گروہ کے اخبارات ان کے بیانات کیوں بھلپتے ہیں؟ سخت کوڑھ مغر ہو۔ اخبارات ان کے بیانات نہ شائع کریں گے تو ہمارے ایسے کسی چھٹ۔ جیسے کا بیان چھاپیں گے۔ بڑے آدمی کی بات بڑی ہوتی ہے جسے آدمی کی بات چھوٹی ہوتی

## مردودیت کے زوال کے بعد اب کراتے پر بھی انھیں حاضرین نہیں ملتے

ہے۔ کیا کہا؟ ذلیلک بار پھر کرنا۔ پوری بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اچھا تم یہ کتنا چاہتے ہو کہ یہ عوام کو کرکے کرتے ہیں۔ کیوں بھی عوام کو کیوں دگرا کر دیں۔ اگر انھیں گروہ نہ کریں گے تو پھر کون میں وزارت و سفارت کیسے لاتے آجانی بیٹھی عوام کو گروہ کرنا بھی ایک فن ہے اور یہ اس فن کے استاد نام دینا ہیں۔

اور! بھی تم نے تو آسمان سر پر اٹھالیا بیٹھے بھی کیا تھا کہ بے موقع نمایاں نہ بھانا۔ اشارے کا بھی انتظار نہ کیا اور شرم نہ ہو گئے۔ اچھا بھی آپ بتائیں اس سلسلہ ختم کر دو اور کام کی بات سنو پھر! یہ تو تم جان ہی گئے ہو گے کہ یہ چراگ کون ہیں پھر وہی ٹوند سن لیا یا اس لیا۔ ہاں! یہ لاؤ لڑا شیر علی خاں ہیں ان کے علاوہ ایسی رنگارنگ اور ہمہ صفت شخصیت کسی کی ہو سکتی ہے۔

اچھا اب ان سے اجازت لو اور ان سے ملو۔

پھر وہی عجات عجات کی بولیاں۔ وہی جنگلہ وہی شومہ۔ بھلی بھلی وہ نہیں ہیں۔ جو تم سمجھ رہے ہو۔ میری دیکھ کہاں گئی۔ کہ بہت کو کوئی ہی غائب ہونا رہ گیا تھا۔ اچھا تو یہ شیرانی میں ہیں۔ ترکی ٹوپی لگاتے ہیں۔ حلقہ بھی گڑا ایسے ہیں۔ تو یہ ضرور نواب زادہ صاحب خاں ہوں گے۔ وہی ہوں گے۔ بھی صاحب نظر نہیں آ رہا ہے۔ غائب کو شفق نے نکھ کر دیا تھا اور ہمیں دیکھنے نے۔ ننگے نہیں بلکہ سوراں بنا دیا ہے۔ کیا کہا یہ سیاسی سوراں یا کیا کیا ہے۔ جو منہ میں آیا بیٹھے ہے کہ یہ نہ سمجھتے ہو۔ یہ بدترین برداشت نہیں کر سکتا۔ اچھا کالی بیکر کو کلاس سے باہر کر دوں گا۔ سوراں تو میں نے اپنے ہاتھ میں کہا تھا۔ یہ تو میں سمجھ میں نہیں جیتی ان کا غیر ملکی سے کوئی رشتہ نہیں۔ سمجھو! ڈپٹی سرپنچ وہ ان کا رشتہ شیرانی سے ہو سکتا ہے۔ شہرہ نسب تلاش کرنا ہو گا۔ چوتھی یا پانچویں پشت میں ان کا رشتہ ضرور ملے گا ہو گا۔ دونوں نواب زادہ ہیں۔ دونوں جاگیر دار ہیں۔ دونوں سیاست دان ہیں۔ دونوں یوسف بے کاواں میں بچوا یوسف بے کاواں! اسے کہتے ہیں جس کا کوئی سنگھی ساتھی نہ ہو۔ جو ٹھونڈا لکھا پھرتا ہو۔ اور کوئی منہ نہ لگانا ہو۔ اللہ کسی پر ایسا وقت نہ ڈالے کہ اپنے بزرگانے ہوجائیں۔ ایک کو ایک کش لڑکر یہ دن دیکھنا پڑا۔ دوسرے کو ایک کش لڑا کر۔ دونوں زندہ دنگا ہوئے۔ ایک کی لپٹ لپٹ گئی۔ دوسرے کی ذرات۔ کہتے ہیں چور چوری سے جلتے ہیں پھر کی سے نہیں جاتا۔ سوا بے بیان بادی کر کے شوق پورا کرتے ہیں۔

پھر! ہاں تو میں تاربا تھا کہ یہ نواب زادہ صاحب خاں ہیں۔ ان کی ایک سیاسی پارٹی بھی تھی جو اللہ کی بیاری ہو گئی۔ مرحوم کا نام ہی ڈی بی تھا کہ لوگ سے پوشیل ڈھونگ پارٹی کہتے تھے۔ لیکن وہ حق ٹوپی پائی کے نام سے مشہور ہوئی۔ نصر اللہ خاں حق کہتے ہیں۔ اچکن بھٹے ہیں۔ ترکی ٹوپی لگاتے ہیں۔ ٹیڈ مارک! یہ کون کیج میں بولا۔ نہیں بھی۔ یہ ان کا ٹیڈ مارک نہیں! اسے وندھاری کہتے ہیں۔ اردو میں وندھاری کو طبع سازی بھی کہتے ہیں۔ انگریزی میں گٹ اپ اور ہندی میں سنگ اپ جانا کہتے ہیں۔ اس میں فائدہ یہ ہے کہ نقل پامل کا گمان نہ رہا ہے۔ پرانے زمانے میں بہرہ وچنے ہوتے تھے۔ نہ نئے بہرہ وچ بھر کر آتے۔



رہنوں کے حضور جلتے اور منہ دنگا انعام پلتے۔  
 اسے! اب وہ نہ دیکھیں بے اور نہ پہرے۔  
 صرف تو زیادہ نصر اللہ خاں رہ گئے ہیں۔ ان کا  
 دم غنیمت ہے۔ لیکن ان کی اس لوہا پر کوئی لے  
 لوٹ نہ ہوا۔ کوئی فریقہ نہ ہوا۔ کئی بار انہوں نے  
 نئی شیر و انیاں بنائیں۔ نئی ٹوپی منگوائی تھی  
 کو تازہ دم کیا۔ آئینہ میں اپنی سچ دیکھی مگر  
 وزارت نہ ملی۔ کسی مختصر قافلہ جناح کا انکس پار  
 گیا۔ کبھی ایوب خاں کی راؤنڈ ٹیبل کا نفرنس  
 ناکام ہو گیا۔ ان کی امیدوں پر اسوں نے زخمی۔ اب  
 یہ صرف تپس پر جیتے ہیں۔ شیخ حبیب الرحمن  
 کی طرف دیکھتے ہیں۔ صدا لگاتے ہیں۔ لے  
 خانہ برآمد چیں کچھ تو دھر بھی۔ لیکن کئی ان  
 کی فریاد نہیں سننا۔ لوگوں کے دل سکھ رہے  
 گئے ہیں۔

اسے بچے! تو رو کیوں رہا ہے بہ بہت  
 رحم دل معلوم ہوتا ہے۔ کیا کہا بہ انہیں دیکھ  
 کر بیٹے میں درد ہوتا ہے۔ بھلا بیٹا کیوں درد  
 ہوتا ہے بہ ان کی تقریر سے درد لگتا ہے۔ اچھا  
 اچھا! رونا دھونا غم کر۔ ہم ان سے تقریریں  
 کرائیں گے۔ ویسے یہ بھلا لسانی ہوگی۔ ایک  
 مدت بعد انہیں تقریر کرنے کا موقع ہاتھ لگتا  
 تو نے تیر گرہ کے ناکام بنا دیا۔ چلو کوئی بات  
 نہیں۔ یہ ایک بیانی دے کر دل کا بخار ہکا  
 کر دیں گے۔

بھو! اب ذرا اس طرف دیکھو۔ یہ صاحب  
 جو اپنے ہوئے بیٹے ہیں۔ اور وہ بچے ہوئے نظر  
 آتے ہیں۔ یہ اصر خاں ہیں۔ ان کے بار بیٹھے  
 ہیں۔ اکبر خاں! انہیں بھی۔ یہ نور خاں ہیں  
 جو کچھ میں لکھ کر دیا کرو۔ بری بات ہے۔ کیا  
 کہا بہ سیاست کیوں بگھڑاتے ہیں۔ کیوں بہ  
 کیا سیاست بگھارنے پر کوئی پابندی ہے۔ بہ  
 کیا ہم نے تمہیں نہیں بتایا تھا کہ جو کھانا چھینا  
 آدمی ہوتا ہے وہ سیاست کا طوطا بنتا ہے۔  
 اتنے جلدی آخر وہ بھول گئے۔ آگے کا سبق  
 کس طرح یاد رکھو گے۔ اچھا ایک بار پھر کان  
 کھول کر سن لو۔ دیکھو جس آدمی کے پاس دولت  
 ہوتی ہے وہ اپنی دولت خرچ کرتا ہے۔ کہتے ہیں  
 پیسے کو پیسہ کہنا ہے۔ کچھ لوگ تنگ اور انتہی  
 کمینیاں بناتے ہیں۔ کارخانے اور فیکٹریاں لگاتے  
 ہیں۔ صنعتیں قائم کرتے ہیں۔ کچھ لوگ سیاست کا  
 کاروبار کرتے ہیں۔ جو لوگ سیاست کا

کاروبار کرتے ہیں۔ وہ لابی میں کہلاتے  
 ہیں۔ تم سوچتے ہو گے کہ ٹوپی، بیڑی، ملک  
 میں تو سنا ہے۔ یہ لابی میں کیا ہا ہے۔ لابی میں  
 وہ ہوتے ہیں جو سیاست کے ذریعہ نفع کاڑوں  
 کی لابی کرتا ہے۔ لابی کا بھی ایک صنعت ہے۔  
 اگر اس میں اسے صنعت لاف و نشر کہتے ہیں۔  
 لاف کا مطلب ہے پھیلاتا، بڑھانا نشر کے  
 معنی بھی پھیلاتا اور بڑھانا ہے۔ یعنی تشہیر کرنا۔  
 علم بیان کی اصطلاح میں یہ ایسی صنعت ہے۔  
 جس میں پیسے چند چیزیں بیان کی جاتی ہیں۔ پھر چند  
 اور چیزوں کا ذکر کیا جائے جو پہلے چیزوں سے  
 نسبت رکھتی ہوں۔ لیکن اس طرح کہ ہر ایک  
 کی نسبت اپنے منسوب الیہ سے ہو۔

بھئی اس قدر شور مچاؤ۔ ابھی بتاتا ہوں  
 کہ منسوب الیہ کسے کہتے ہیں۔ منسوب الیہ سے  
 مراد ہے سلیکٹ اور ساکار۔ یعنی سرمایہ دار اچھا  
 قراب تمہاری بچہ میں آگیا کہ لابی میں کسے کہتے  
 ہیں۔ اس کلام کیا ہوتا ہے۔ وہ کس کی خدمت  
 انجام دیتا ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ لابی

### اخباری سیاست دانوں کو

#### دولت کے ساتھ لیڈری ورٹے میں ملتی ہے

میں سیاست کرتا ہے۔ سرمایہ دار استعمال کرتا  
 ہے۔ لابی میں سرمایہ دار کے مفادات کا تحفظ  
 کرتا ہے۔ جب ان مفادات کو خطرہ میں پاتا  
 ہے۔ بیان بازی کرتا ہے۔ جیسے کرتا ہے۔ اگر  
 ایسا نہ کرے تو اس کا کاروبار ٹھپ ہو جائے۔  
 لابی میں خواہ کے غم میں آئے آئے انور ہوتا ہے۔  
 کبھی کبھی سرمایہ داروں کو بھی کیا بھلا کہتا ہے۔  
 اسے سیاسی حکمت عملی کہتے ہیں۔ لابی میں ملکی  
 سرمایہ داروں کا بھی حق ملک ادا کرتا ہے اور  
 غیر ملکی سرمایہ سرمایہ داروں کا بھی غیر ملکی سرمایہ  
 داروں کو سامراج کہتے ہیں۔ بھو! سامراج اس  
 سرمایہ داری کو کہتے ہیں جو اجارہ داری کرتی  
 ہے۔ یہ اپنے ملک کے غلام کا بھی استعمال کرتی  
 ہے اور ہمارے ایسے غریب ایشیائی اور افریقی  
 ملکوں کے غلام کا بھی استعمال کرتی ہے۔

بھو! تم بوجھو گے کہ شیر علی خاں، نصر اللہ  
 خاں، اصغر خاں، نور خاں اور ممتاز خاں  
 دولہانہ، قلعہ راندہ تھانہ کبھی نہ کیوں بیٹھے ہیں۔  
 یہ تمام قوانین اس طرح اکٹھے کیوں ہو گئے ہیں

حالانکہ سب کی پارٹیاں الگ الگ ہیں۔ ٹھیک  
 خیال ہے تمہارا۔ مگر مقصد سب کا ایک ہے۔  
 جب ہی تو یہ پیپلز پارٹی کے خلاف ہیں۔ آج کل  
 یہ بیان بازی کرتے ہیں۔ پیپل ان کے لئے بیان  
 تیار کئے جاتے تھے۔ پھر ایک ایک نقل ہر ایک  
 کو تھا دی جاتی ہے۔ یہ اس پر دستخط کر دیتے  
 ہیں۔ بیان جاری ہو جاتے ہیں۔ آج کل یہ سب  
 ایک ہی شر میں، ایک ہی نالی پر صدا لگاتے  
 ہیں۔

قیوم کی منبریادوس بچے گا  
 ارے کم بخت! تم نے، کورس کیوں شروع  
 کر دیا۔ کیا تمہارے خیال میں یہ سب سی یتیم ہیں  
 بھلا یہ سی سی یتیم کیوں ہونے لگے۔ ان کے دم  
 قدم سے تو بازو سیاست کی رونق ہے بھئی  
 حد کر دی تم نے۔ خبردار! آخر وہ ایسی حرکت نہ  
 کرنا۔ ورنہ سب کا ایک تطلہ میں مر جانا دوں گا۔  
 میں اپنی کلاس میں اس قسم کی بڑے بڑے بدانت  
 نہیں کر سکتا۔  
 اچھا بھو! اب ان سے ملو بھی پھر تم نے

خوش چھلایا۔ یہ میاں طفیل عمر خاں نثرانہ نہیں ہیں  
 یہ غلط ہے کہ یہ میاں ممتاز خاں دولہانہ  
 کے بھائی بند ہیں۔ یہ صرف میاں طفیل عمر ہیں۔  
 نہ خاں ہیں۔ نہ نثرانہ ہے۔ بھئی نثرانہ کوئی  
 شخص نہیں۔ نثرانی ہوتا ہے۔ نثرانی کے معنی  
 ڈینگ، مارا کشتی بگھارنا ہے۔ سب، ایک  
 ساتھ نہ بولو۔ تمہارا مطلب نثرانی سے نفار۔  
 جیسے اس سے اتفاق نہیں۔ ویسے یہ لابی جیتے  
 زیادہ ہیں اور جو جیتے ہیں اسے تو لے کر کم ہیں۔  
 اسی لئے مودودی صاحب ان کی زبان پر اکثر  
 کر نیو لگتے رہتے ہیں۔ مگر یہ باز نہیں آتے جب  
 موقع ملتا ہے اپنی سی کر جاتے ہیں۔ پھر انہوں نے  
 خود ہی چپ کا دھڑہ رکھ لیا۔ الیکشن بڑی بڑے  
 اس نے بڑے بڑوں کی یوٹیو بند کلاسی جو اس  
 میں ہار گیا کلام سے۔ پٹ کر سید بھائی ندوی۔  
 پچھلے تین ماہ سے یہ تلاش کم شدہ کے کاروں  
 میں نظر آتے تھے۔ اب بیانات میں نظر آتے ہیں۔  
 مودودی صاحب نے نقاب ڈالی۔ یہ بے  
 نقاب ہوئے۔

قیس نصیر کے پرچے میں بھی میاں لگا  
 یہ کون شرا بد ہا ہے۔ اسے میرے پاس بھجو  
 نامہ اور کچھ بھی نہیں معلوم کہ یہ انکا لباس ہے یا نہ  
 نہیں۔ ہاں، قیوم میاں محمد طفیل ہیں۔ ان کے ذکر پر ہیں  
 علم جبر شہر کا ایک کردار بنا دیا۔ مرقوم ہے کہ  
 جب افراسیاب خانہ خراب مسلمانوں کی فوج طغر  
 مروج سے شکست کھا کر بھاگا، تو علم ہلت بلا  
 پہنچا۔ اس کے سات جبر سے تھے۔ جبر جبر سے  
 ایک بلا تھی۔ پہلا جبر کھولا تو مشعل جادو برآمد  
 ہوا۔ یہ صاحب شہر جادو گر تھا۔ حرکات ناشائستہ  
 کرتا۔ قہقہہ لگاتا۔ مسلمانوں کی فوج کے سامنے  
 لاف نہ کرتا۔ شہزادہ اندری کرب کو اس لاف نئی  
 پر طیش آیا۔ اس بنا پر کونفلٹا۔ غضب لارن پڑا۔  
 اندری کرب نے شمشیر آبدار کا قہقہا بھاتا تھا۔ ہمارا۔  
 جھنڈا اٹھل گیا۔ ہر طرف گہرام برپا ہوا۔ لاف و  
 منات نے شور مچایا۔ چاروں طرف تاریکی چھا  
 گئی۔ زبردست آندھی آئی۔ جب آندھی کا اندر  
 ٹوٹا تو آواز آئی یہ بیات مشعل جادو بڑا۔ خیر اور  
 استدسبھہ خکر کیا لائے۔ فتح و ظفر کے شاد بانے  
 جاتے گئے۔ ابھی شاد بانے نک رہے تھے کہ  
 ایک طرف سے صدا آئی۔ ہتم مشعل جادو اب شہزادہ  
 اس نے پٹ کر دیکھا مشعل جادو دوسرے قالب  
 میں سر پر موجود تھا۔ قہقہہ لگاتا تھا۔ لاف نہ  
 کرنا تھا۔ اس نے جھنڈا تلخ آبدار کا وار کیا۔  
 اس کے جسم میں کو چورنگ جواں گیا۔ پھر تاریکی  
 چھائی۔ پھر آندھی آئی۔ پھر گہرام پڑا۔ یہ بار بار  
 مڑتا اور کسی دوسرے قالب میں زندہ ہوتا۔  
 عمر و عیار جو دانا نے روزگار تھے۔ عیار دل کے  
 عیار تھے۔ انھوں نے معاملے کی تہ کو بھانپنا  
 دیکھا کہ جب مشعل جادو مڑتا ہے تو  
 تو افراسیاب خانہ خراب ایک لاش بیٹے سے  
 تیار رکھتا ہے۔ اور یہ زخمی ہو کر گرا اور اس  
 نے لاش کے منہ سے اس کا منہ بلیا۔ رگڑ کر دیکھ کر  
 قالب میں سرمایہ کر گئی عمر و عیار نے اس کا توڑ  
 نکالا۔ ایک طوطے کی گردن مڑوڑی۔ جادو گر کا  
 بہر وہ بھرا۔ جیسے ہی مشعل جادو عمر و عیار سے  
 نہ ملتا تھا انھوں نے جھٹ اٹھ کر بھاگ کر طوطا اس  
 کے منہ سے لگایا۔ طوطے کے قالب میں اس کی  
 روح منتقل کی۔ اسے زمین میں ڈال یہ جادو  
 جادو دو گیارہ ہو گئے۔  
 بھو! اب بند بھی کر دیتا لیاں۔ آسمان





لفافے پر لکھا ہوا تھا:

## معراج محمد خان کو سزائے موت دی جاتی ہے

دوباب صدیقی

معراج محمد خان شیر افضل ملک نقیاب  
ملا خاں اور جوہر حسین

کونوجی عدالت سے ایک سال کی سزا ہوئی۔ انہیں  
محالات سے کراچی سنٹرل جیل منتقل کر دیا گیا۔  
اس منتقلی سے پولیس کے اس انسانیت سوز  
ظلم و تشدد سے نجات ملی۔ جو مسلسل ۲۴ دن  
سے ان پر کیا جا رہا تھا۔ جیل کا ریکارڈ اگر مٹائے  
نہیں کر دیا گیا تو اس بات کی گواہی دے گا کہ  
ان کے جسم و زخموں سے چھوڑ گئے۔ یہ دھمکے بیٹ  
نہیں کہتے تھے۔ درد و کرب کی وجہ سے رات کو  
نیند بھی نہیں آتی تھی۔ خیال تھا کہ جیل میں انہیں  
سیاہی قیدیوں جیسی مراعات حاصل کی جی  
ہو لیں۔ ہسپتال کی جائیں گی۔ لیکن یہ خوش فہمی تھی  
جیل میں انسانی حقوقوں جیسا سلوک کیا گیا۔ رات  
کو صرف ایک کپل دیا گیا۔ حالانکہ سردی کا موسم  
تھا۔ دوسرے دن صبح سویرے ایک سپاہی  
آیا اور کہا ”جیلر تمہیں صاحب نے طلبا ہے۔“  
چنانچہ سبز شٹل ٹکے کے دربار میں پیش ہوئے۔  
انہوں نے کہا ”مبارک ہو! آپ لوگوں کی سزا  
معاف کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ ابھی  
آپ کو عدالت میں لے جائیں گے وہاں فیصلہ  
سنایا جائے گا۔“

معراج کا کہنا ہے کہ ”میں سخت حیرت  
ہوئی کہ یہ ماٹوں رات کیا ماجرا ہو گیا کہ کل ایک  
ایک سال کی سزا سنائی گئی اور آج اسے  
منسوخ کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ بہر حال میں

متفکری پہنکا کہ ایک پولیس دین میں بٹھا دیا  
گیا۔ دین تیزی سے ایک سمت روانہ ہو گئی۔  
اور ہم سب مصروف گفتگو بات چیت میں  
اتنے جھنجھکے تھے کہ اس بات کا بھی دھیان  
نہ رہا کہ پولیس دین عدالت کی طرف جا رہی  
ہے یا کسی دوسری جگہ۔ پتہ تو اس وقت چلا  
جب وہ ایک دھچکے کے ساتھ ریلوے اسٹیشن  
پر کئی۔ تب معلوم ہوا کہ ہمیں کراچی سے منتقل  
کیا جا رہا ہے۔ لیکن کس جگہ یہ ہیں نہیں بتایا  
گیا۔ جرین ہلیٹ ٹارم پر کھڑی تھی۔ ہمیں ایک  
ڈبے میں دھکیل دیا گیا۔ لیکن چند طلبا اور  
مسافروں نے ہمیں دیکھ لیا۔ وہ ڈبے کے گرد  
جمع ہو گئے۔ اور ”وطن کے جاننا زندہ باد“  
”ہم تمہارے ساتھ ہیں“ کے نعرے لگانے  
لگے۔ ٹرین روانہ ہو گئی۔ راستے میں متعدد بدلو چھا  
کہ ہمیں کہاں لے جا رہے ہو۔ مگر جواب میں ہر  
مرتبہ خاموشی کے سوا اور کچھ نہ ملا۔

”کوئی ڈیرہ جیے شب ٹرین بہاؤ پور پہنچی۔  
ہمیں یہاں اتار دیا گیا اور نیو سنٹرل جیل میں لے جا کر  
پھانسی داروں میں بند کر دیا گیا۔ ہمیں معلوم نہیں تھا  
کہ یہ پھانسی داروں ہے۔ صبح ایک قیدی نے بے  
پھانسی کی سزا سنائی گئی تھی، پوچھا ”بالو کسے  
قتل کیا تھا؟“ صورت سے تو قاتل معلوم نہیں  
دیتے۔ ”ہم چاروں اس کا منہ ٹکٹے لگے۔ کچھ  
ساعتوں کے بعد میں نے بتایا کہ ہم کراچی کے  
طالب علم ہیں۔ ہیں ایک ایک سال کی سزا ملی  
ہے۔ ترقیدی کو بہت تعجب ہوا۔ وہ کہنے لگا  
کہ ”بالو یہ تو پھانسی داروں ہے۔ یہ کال کھڑیاں

تو ان جھروں کے لئے ہیں جنہیں سزائے موت  
سنائی جا چکی ہو۔ مگر یہ کھڑیاں تمہارا امتداد  
کیوں نہیں؟“ میں نے کہا کہ ہر عرصہ دوست  
عقب وطن اور حق پرست کو اس راستے سے  
گزرنا پڑتا ہے۔

”دوسرے دن میں ایک دوسرے سے جدا  
کر دیا گیا۔ قید تمہاری کتنی تکلیف دہ ہوتی ہے۔  
اس کا اندازہ اس وقت ہر جیب میں بات کرنے  
کو ترس گیا۔ سپاہی آٹا، پیاز، بات چیت کتے  
وال روٹی دے جاتا۔ میں اپنے ساتھیوں کے  
بارے میں پوچھتا اور دوسری باتیں کرتا لیکن  
وہ بالکل جواب نہیں دیتا۔ تمام دن کوٹھڑی میں  
بند پڑ رہتا۔ صرف شام کو پانچ منٹ کے لئے  
باہر نکالا جاتا تھا۔ گرمی شروع ہو چکی تھی بہاؤ پور  
میں دیے ہی گرمی سخت پڑتی ہے۔ اس پر طرہ  
یہ کہ جیب سے ہمیں گرفتار کیا گیا تھا ہمارے کی  
اجازت نہیں دی گئی۔ پکڑے بھی دیئے تھے۔  
جو سخت گندے اور بدبو دار ہو گئے تھے۔ اسی



ہم ایسے

گروہ کے

ساتھ نہیں

جو انقلاب کے

گن گاتا ہو

مگر بندوق

نہیں اٹھاتا

• سوال : وائس بازو کی فوجی آمریت کا تم جوئے کے بعد آپ کے کب ہتیار اٹھایا ہے

■ ڈوسیدو : برازیل میں جب وائس بازو کی سیاسی جماعتوں اور افراد کے ادریان براؤن اور جنگی طریقہ ہائے کار کے اوپر بحث کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ بعض چھوٹے چھوٹے گروہ اس بحث سے اکتا کر چھاپہ باری کی طرف راغب ہو گئے۔ یہ اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ امریکی آئی اے ایجنٹ نارمن کینڈل کو کہنے لگا کہ کیا تھا۔ لیکن ۱۹۶۸ء میں جب مزدوروں اور طالب علموں نے آمریت کے خلاف عوامی جدوجہد شروع کی اور ان کی جدوجہد کو کچلنے کے لئے فوج اور پولیس نے گولیاں چلائی تو ہم میں سے اکثر افراد چھاپہ باری کی طرف راغب ہو گئے کیونکہ حکومت نے ہم پر پکڑا جس جدوجہد کے نام پر دلاؤں کو آہستہ آہستہ بند کرنا شروع کر دیا تھا۔ ۱۹۶۸ء کی فائرنگ کے بعد عوامی جدوجہد کو ختم ہو گئی تھی لیکن چھاپہ مار گروہوں میں تبدیلیچ اضافہ ہو گیا۔ ہماری سرگرمیوں سے متاثر ہو کر اقتداروں نے ہماری تنظیموں میں شامل ہونا شروع کر دیا۔ اور ہماری تنظیمیں وسیع ہوتی گئیں۔ اور ہمارے لئے مسلح پیدا ہو گیا کہ ان ذخیرہ سازے آدمیوں کو کس مصرت میں لایا جائے۔ آپ جانتے ہیں کہ رشتے سے پہلے کتنی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوشے سے پہلے آپ کو معلوم کرنا چاہیے کہ کو اقل کس طرح چلائی جاتی ہے۔ دشمن سے کس طرح بچا جاتا ہے۔ کوڈز کس طرح استعمال کئے جاتے ہیں۔ ضروری باتوں کو کس طرح یاد رکھا جاتا ہے۔ تنظیم کاری کس طرح کی جاتی ہے۔ یہ

ساری باتیں آسانی سے نہیں سیکھی جاتی ہیں سیکھنے کے لئے آپ کے پاس وسائل ہونے چاہئیں۔ اور ہمارے پاس بہت ہی محدود وسائل تھے۔ جبکہ چھاپہ باری کرتے دسے افراد بہت ہی زیادہ تھے

لیکن ان تمام ترکہ داریوں کے باوجود ہم نے چھاپہ باری جاری رکھی۔ ہمارے ساتھیوں نے کئی اقدامات کئے اور ان اقدامات کے دوران بہادری کا مظاہرہ کیا۔ مگر ہم نا تجربہ کار تھے۔ چنانچہ ابتدائی اقدامات کے دوران ہماری تنظیم کے تمام ابتدائی ڈھانچے تباہ و برباد ہو گئے۔ ہمارے لئے شمار ساتھی ہمارے لئے بہت کمزور تھے۔ ہمارے لئے ڈال دیا گیا۔ جہاں وہ جیل میں رہی تھیں۔ والی افریت برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے تسلیم کر لیا کہ ہمیں دشمن کو بہت کچھ بتا دیا۔ جس پہلے نومبر ۱۹۶۸ء کو گرفتار کیا گیا۔ جس سے کسی طرح بھاگ نکلا اور چند روز بعد دوبارہ پکڑا گیا۔ لیکن صورت حال اب پہلے سے بہت بہتر ہے اور ہم دہائی حاصل کرنے کے کئی نئے گوسیکھ گئے ہیں۔

نیز پولیس نے جس کو دارا اور حمل کا مظاہرہ بعد میں کیا وہ غیر متوقع تھا۔ اور ہماری تنظیمیں اس کے لئے قلعی تیار نہیں تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے ساتھی پولیس کی سختیوں کو برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے تنظیم کے بنیادی ڈھانچے کا راز فاش کر دیا۔

لیکن اب ہم دوسری قسم کی تنظیم کاری کر رہے ہیں۔ ہماری تنظیمیں اب اتنی بڑی نہیں جتنی کہ پہلے تھیں۔ لیکن ہمارے پاس جتنے بھی آدمی ہیں وہ سب اعلیٰ طرز پر تربیت یافتہ

ہیں۔ ان کی زندگی کے کئی قیمتی سال گولیوں کی مستحیث میں گزرا رہے ہیں۔ ہمارے پاس اب ابھی تنظیمیں، اچھے ہتھیار ہیں ابھی خاصی رقم اور ہمارے ساتھی پہلے کی نسبت کہیں ہوشیار اور منظم ہو گئے ہیں۔ زیادہ تر ہمیں گروہ کا دیکھنا ہی خیر لگتا ہے کہ وہ مزید بہتر بن کر رہے۔ کیونکہ ہم زیادہ آدمی حاصل کرنے کے بجائے کہہ سکتے ہیں کہ ان کیوں کو زیادہ سے زیادہ ہتھیار دار بنانے کی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں اور یقیناً یہ ایک مشکل کام ہے۔ تجربہ نے میں بتایا ہے کہ ایک تجربہ کار آدمی زیادہ سے زیادہ چیز افراد کے ساتھ کام کر سکتے ہیں اور انہیں تربیت دے سکتا ہے۔ یہ طریقہ کار پہلے کی نسبت زیادہ موثر ثابت ہوا ہے۔

سوال : آپ کی تنظیموں کے رکن تیار ہونے لگے ہیں؟ گھبراہٹ ہماری تنظیموں میں پیدا کیے کے علاوہ زیادہ تر آدمین نوجوان ہیں۔ ان میں کچھ تو سو سال کی عمر کے ہیں اور قریباً تمام تیس سال کے یا ان کی آٹھ ادب اور قانون کے روز طالب علم ہیں۔ ان میں جن کو حکومت نہیں مانتی اور بڑے روزگار سے خلع آئے ہوئے ہیں۔ ہماری تنظیم میں وہ مزدور بھی شامل ہیں جن کو مشینوں کی برتنی میں ملازمت سے محروم کر دیا گیا تھا۔ ہماری تنظیم میں عورتیں بھی ہیں مگر تنظیمی صورت اور مردوں میں امتیاز زیادہ نہیں گوتی اور عورت اور مرد دونوں سے ایک ہی طرح کے کام لئے جاتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جن جوں جوں تحریک زور پکڑتی جائے گی اور انہیں خاصی تعداد میں ہماری تنظیم میں شامل ہوتی جائیں گی۔

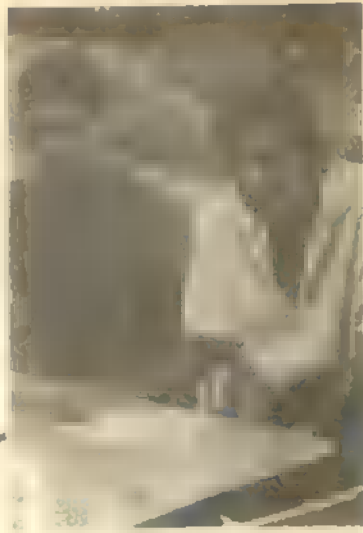


سوال :- آپ اپنی فوجی حکمت عملی کو سیاسی حکمت عملی سے کس طرح مربوط کرتے ہیں ؟

ڈوبر :- فی الحال دشمن کو بھاری فوجی نقصانات پہنچانا ہماری تنظیم کا مقصد نہیں۔ فی الحال ہم اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ عوام موجودہ حکومت کے مخالف ہوں اور ہماری حمایت کریں۔ چنانچہ تحریک کے موجودہ مرحلے پر ہم اپنی فوجی حکمت عملی کو سیاسی حکمت عملی کے تابع رکھتے ہیں عوام جب حکومت کے مخالف اور ہمارے حامی ہوجائیں گے تو پھر کون ہے جو ہمارا راستہ روک سکتا ہے۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ فوجی کارروائی کے لئے سماجی بنیاد کا استوار کرنا بہت ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی ضروری ہے کہ عوام چھاپہ ماروں کے مشن کی پوری طرح حمایت کریں ضرورت ہو تو انہیں پناہ دیں اور ان کے سامنے نہیں۔ سماجی بنیاد قائم کئے بغیر ہم فوجی کارروائی نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ جدوجہد کے موجودہ موڑ پر ہم اپنی فوجی طاقت کا مظاہرہ کرنے سے گریز کرتے ہیں اور پھر اس کے علاوہ بھی ہمارے لئے طاقتور بھی نہیں کہ بھاری فوجی کارروائی کر سکیں۔ ہم جیپ فوجی نوعیت کا جاکا جلی قدم اٹھاتے ہیں تو اس بات کو مد نظر رکھتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اسے عوام کی تائید و حمایت بدرجہا حاصل ہو رہی ہے۔ عوام محسوس کرنے لگے ہیں کہ جہان کی بہتری کے لئے ہمیں کئی تکالیف برداشت کرنے ہیں اور اپنی جان کی بازی لگانے سے بھی نہیں گھبراتے۔

ہمیں اپنے اس مقصد میں کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔ عوام کے دلوں میں ہمارے لئے جدوجہد کے جذبات پیدا ہونے لگے ہیں اور سرکاری فوج اور پولیس کے خلاف نفرت بڑھنے لگی ہے ہم اگر فوجی کارروائی کو سیاسی کارروائی سے ملانے کی حکمت عملی کو چند لفظوں میں بیان کرنا چاہیں تو یوں کریں گے ”مزدور کی نالبرحالت میں ایک سیاسی ہتھیار بننے سے مگر تحریک کے ابتدائی ایام میں اسے صرف سیاسی آاد کے طور پر استعمال کرنا چاہیے“

گھبرا :- ہمارے آئندہ سال کا منصوبہ یہ ہے کہ برازیل کی تمام چھاپہ مار تنظیموں کے درمیان مرکزیت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ ہمارے درمیان وحدت خیال اور وحدت عمل پیدا ہو سکے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمارے درمیان وحدت عمل بالکل موجود نہیں ہے۔ ہمارے



## دیہات چھاپہ ماری کا سب سے بڑا مرکز بن سکتے ہیں

فلپویری اور گھبرا

شہری معیشت ان کے لئے دیہی معیشت کے مقابلے میں ایک قدم آگے جانے کے مترادف ہے شہروں میں آکر وہ اپنے دیہاتی بھائیوں سے زیادہ آزادی اور مراعات حاصل کر لیتے ہیں وہ ایک ایسے معاشی ماحول میں داخل ہو گئے ہیں جو دیہی معاشی ماحول کی نسبت زیادہ خوش رنگ ہے۔

پینزول :- ہم یہ سمجھتے ہیں کہ عوامی فوج کی تیاری کے لئے کسان طبقوں میں کام کرنا بہت ضروری ہے اور یہی علاقہ جس جو باآ خر عوامی فوج کا بنیادی گہوارہ بنیں گے۔

سوال :- کیا آپ کی تحریک کوئی باقاعدہ پروگرام یا طبعیت قائم رکھتی ہے ؟

ڈوبر :- اس وقت تک ہماری تحریک بنیادی طور پر فوجیوں کی توجہ کا مرکز بنی ہے بالخصوص طلباء کی توجہ کا مرکز۔ اور ہمارا خیال بھی یہی ہے کہ یہ تحریک نوجوانوں کی بین الاقوامی تحریک کا حصہ ہے جو مختلف ممالک میں جاری ہے۔ یہ تحریک امریکہ میں بھی شروع ہو گئی ہے پولینڈ میں بھی ہے اور روس میں بھی شروع ہو کر رہے گی۔ یہ تحریک بنیادی طور پر موجودہ حالات کے خلاف نئی نسل کی بغاوت ہے اور اس نے شروع ہو کر سیاسی ماحول میں تھوڑی بہت تبدیلی پیدا کر دی ہے ہماری تحریک کوئی غیر مقبول تحریک نہیں۔ اس کوئی کم کی قبولیت حاصل ہے اور ہم ایک بہر گیر پروگرام بھی رکھتے ہیں۔ بنیادی طور پر ہم یہ چاہتے ہیں کہ عوام میں سیاسی شعور پیدا کیا جائے۔ ہم تو صدر مملکت بننا چاہتے ہیں اور نہ وزیر اعظم بننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ سیاسی اقتدار اعلیٰ



ڈوبر

عوام کے ہاتھ میں ہو اور عوام مفید کریں کہ وہ کس قسم کی حکومت اپنے ملک میں چاہتے ہیں۔ ہم برازیل کے عوام کو آمریت سے نجات دلانے کے لئے لڑ رہے ہیں۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ عوام کو تنظیم بنانے اور تحریک چلانے کی آزادی دی جائے جو کر ان کا بنیادی حق ہے۔ یہ بات بھی ہمارے بنیادی مقاصد میں شامل ہے کہ برازیل کی معیشت کو سیر و فرمایہ کی قید سے آزاد کر دیا جائے۔ ہماری معیشت ایک طویل مدت سے بیرونی سرمایہ کی گرفت میں جکڑی ہوئی ہے۔ پہلے یہ پرنگائی سرمایہ دار کی گرفت میں تھی اس کے بعد برطانوی سرمایہ دار کی گرفت میں گئی اور اب یہ امریکی سرمایہ دار کی گرفت میں ہے۔ ہمارے ملک نے ماری ترقی کی جس ڈگر کو اپنا ہے وہ دولت کو چند ہاتھوں میں سمیٹ رہا ہے اور لاکھوں ہاتھوں کو مفلس بنا رہا ہے ایک طرف عیش و سائش کے سامان ہو رہے ہیں تو دوسری طرف بھوک ہے بیمار کاؤٹھلی ہم اس ڈگر کو رد کرنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ملک میں ماری ترقی اس طرح ہو کہ عوام کو ان کی بنیادی ضروریات ملنے لگیں۔ ہم ملکی معیشت کو ترقی اور خود کفیل دیکھنا چاہتے ہیں اور ملکی سرمایہ کی زنجیر کو بالخصوص امریکی سرمایہ کی زنجیر کو اتارنا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ عوام کے درمیان اور پانچ ختم ہو جائے اداس کی جگہ معاشی۔ سماجی ترقی اور سیاسی مساوات کا دور دورہ ہو۔

گھبرا :- ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ انقلاب جسے برکارنے کے لئے ہم نے چھاپہ ماری شروع کی ہے وہی انقلاب ہوگا اور اس انقلاب کے بعد ملک



## امریکی امن مشن برازیل میں مخبری کا کام انجام دے رہا ہے

سوشلزم کے رات پر گھڑن ہو جائے گا۔  
 قذیر :- لیکن ہمارا ایمان یہ ہے کہ ہم اس منزل  
 کو بندوبست انتہا کر ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم  
 ہر اس ہتھیار بند تحریک کی حمایت کرتے ہیں  
 اور اس میں حصہ لینے کے لئے آمادہ ہیں جو  
 امریکی سامراج کے خلاف ہے۔ ہم اس پادری  
 کے قریب ہیں جو کہ قوی آزادی کے لئے جنگ  
 کرنے کو تیار ہو لیکن ہم ایسی کمیونسٹ پارٹی  
 کے ساتھ نہیں جو انقلاب کے گن گاتی ہے  
 مگر بندوبست نہیں اٹھاتی۔  
 ہماری تحریک ابھی ایک کمزور تحریک ہے  
 ہم سمجھتے ہیں کہ قوی طور پر تحریک طاقتور  
 نہیں ہو سکتی لیکن ہم چاہتے ہیں کہ وہ  
 چھوٹے چھوٹے چاہے مار گروں کے قیام کو  
 معرونی چیز نہیں سمجھتے وہ دن وہ نہیں جب  
 یہ چھوٹی چھوٹی نمایاں ہوتے ہیں ایک مقام پر  
 جمع ہو کر ایک طاقت ور دریا بن جائیں گی  
 سوال :- آپ میں سے کتنے احباب نے کئی کئی سال  
 تک جیل کاٹی ہیں۔ آپ نے جیل کی زندگی کو کیا  
 پایا ؟  
 پنیروٹی :- جیل میں سیاسی قیدیوں کی حالت حادی  
 چیزوں کی حالت سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ سیاسی  
 قیدیوں کو ایک دوسرے سے دور مار چر  
 سیلوں میں بند کیا جاتا ہے اور ان کی زندگی  
 کے شب و روز کا بیشتر حصہ یہیں گزرتا ہے  
 لوگ سیاسی قیدیوں سے ملاقات نہیں کر  
 سکتے۔ سیاسی قیدی کسی وکیل سے نہیں مل سکتے  
 اور اپنی صفائی کا مقدر نہیں تیار کر سکتے۔  
 ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جاتی  
 جس پر وہ کچھ لکھ کر بھیج سکیں۔ جیل میں انہیں  
 زود کوک کیا جاتا ہے مگر وہ اس کے خلاف  
 زبان نہیں کھول سکتے۔ یہ کتنی بری بات ہے  
 کہ حکومت اس کا انکار نہیں کرتی۔  
 سوال :- کیا خوامی مقرر کی طرف سے تشدد

کی مذمت ہونے کے باوجود تشدد کا عمل  
 جاری ہے ؟  
 پنیروٹی :- ہمارے جتنے ساتھی اس وقت بیان  
 موجود ہیں ان سب کو جیلوں میں زود کوک  
 کیا گیا۔ فی زمانہ قیدیوں کو بڑے ہی سائنسی  
 طریقے سے مار چر کیا جاتا ہے اور ان سے معلومات  
 حاصل کی جاتی ہیں۔ قیدی کو جب مار چر  
 کیا جاتا ہے تو ایک ڈاکٹر ان کے پاس موجود  
 ہوتا۔ ڈاکٹر کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ قیدی کی  
 قوت برداشت کا اندازہ لگائے اور مار چر  
 کو اس حد تک آگے نہ بڑھنے دے جو قیدی  
 کی موت کا سبب بن جائے لیکن بعض مصلو  
 میں مار چر کرنے والے ڈاکٹر کی رائے کو نظر انداز  
 کر جاتے ہیں اور قیدیوں کو اس حد تک زود کوک  
 کرتے ہیں کہ ان کی موت واقع ہو جاتی ہے اب  
 تک کوئی مہم کے قریب سیاسی قیدی اس طرح  
 ہلاک ہو چکے ہیں۔ برازیل میں اگر کوئی سیاسی  
 قیدی بن گیا ہے تو اسے سمجھ لیا جائے کہ  
 جیل میں اس پر ضرور تشدد کیا جائے گا بعض  
 معاملہ میں تو سیاسی قیدیوں کو دو تین ماہ تک  
 مسلسل مار چر کیا گیا ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے

پہنچا ہے۔ اسی طرح ایک اور کیس میں پولیس  
 نے ایک درودھ پیتے بچے کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ  
 بنایا بچے کی ماں کی نظروں کے سامنے  
 انہوں نے شیر خوار بچے کو لمبڈی سے نیچے  
 اچھالتا اور رد کیا شروع کر دیا۔ انہوں  
 نے یہ بھی کیا ہے کہ ایک چار سالہ بچے کو خنجر  
 کرنے کے لئے اس کی نگوں کے سامنے اس  
 کے والدین کو مار پٹیا۔  
 سوال :- کیا امریکہ بھی آپ کے خلاف ہونے والی  
 سرگرمیوں میں شریک ہے ؟  
 قذیر :- برازیل کی حکومت ہمارے خلاف جو  
 کارروائیاں کر رہی ہے امریکی اب ان میں  
 براہ راست حصہ نہیں لیتے لیکن وہ بالکل  
 طور پر اب بھی ان کارروائیوں میں ملوث  
 ہیں۔ وہ برازیل کے فوجی اور پولیس افسروں  
 کو ہمدانی چھاپہ مار سرگرمیوں کو روکنے کی  
 ٹریننگ اب امریکہ میں دیتے ہیں۔ اور  
 انہیں چھاپہ ماروں کو تیار کرنے کے گڑھاٹے  
 ہیں۔ اس وقت برازیل میں فوجی اور پولیس  
 افسروں کی ایک بہت بڑی تعداد پانامہ  
 کی فوجی اکیڈمی میں گوریلادشن کی تربیت

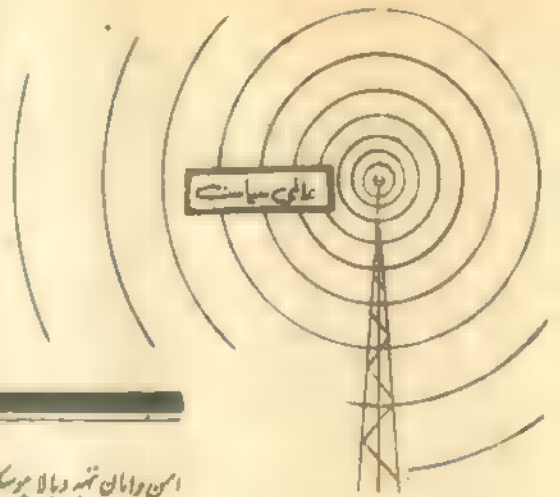
کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ برازیل کی حکومت  
 کے لئے امریکی ماہرین نے ایسے نقشے تیار  
 کئے ہیں جو فوجی اہمیت کے حامل ہیں۔ آج  
 کل ہم خود ایسے نقشے استعمال کر رہے ہیں  
 جن کو امریکی ماہرین نے تیار کیا ہے۔ یہ نقشے  
 مقامی ماہرین کے تیار کئے ہوئے نقشوں سے  
 کئی گنا زیادہ بہتر ہیں۔  
 گھبرا :- امریکہ کے سابق صدر کینیڈی نے برازیل  
 حکومت کو بد فتنہ بنایا تھا مگر صدر  
 کینیڈی صحیح صورت حالات سے واقف نہ  
 تھے لیکن امریکہ کی سی آئی اے ایجنسی برازیل  
 کی صورت حالات کا اب پورا پورا علم رکھتی  
 ہے۔ اس کے ایجنٹ برازیل کے مختلف علاقوں  
 میں بکھرے ہوئے ہیں اور وائش ہاؤس کی حامی  
 ایک ایسی فوجی تنظیم بنانے میں مصروف ہیں  
 جو چھاپہ ماروں کا صفایا کر سکے۔  
 سوال :- امریکہ کے عوام آپ کی اخلاقی اور  
 مادی امداد کس طرح کر سکتے ہیں ؟  
 گھبرا :- امریکہ کے عوام ہماری جدوجہد میں  
 اس طرح حصہ لے سکتے ہیں کہ وہ امریکی  
 حکومت کو برازیل میں فوجی آمریت کا ساتھ  
 چھوڑنے پر مجبور کریں۔ اور اسے خیریاں کرنے  
 کی کوشش کریں۔ عوام کو بتائیں کہ موجودہ  
 حکومت فوجی آمریت ہے۔ وہ اس بات  
 کی مذمت کریں کہ امریکی حکومت فوجی آمریت  
 کو قائم رکھنا چاہتی ہے۔ وہ اپنی حکومت سے  
 مطالبہ کریں کہ وہ برازیل کی سرکاری فوج  
 اور پولیس کو گوریلادشن کی تربیت دینا بند  
 کر دے لیکن سب سے فائدہ ی بات یہ  
 ہے کہ ہماری تحریک زمان و مکان کی قید  
 سے آزاد ہے کیونکہ یہ تحریک اس بڑی تحریک  
 کا ایک حصہ ہے جو کہ دنیا میں کم دیش برعکس  
 شروع ہو چکی ہے۔ سنی کہ امریکہ میں بھی  
 ہم سمجھتے ہیں کہ اس عہد کے بنیادی تضاد  
 اجارہ دار سرمایہ داروں اور ان کی لوٹ  
 کھسوت کا شکار عوام کے درمیان ہے۔ ہم  
 امریکہ میں کام کرنے والی ایس ڈی ایس تنظیم  
 اور امریکہ کے سیاہ فام باشندوں کی مدد پر  
 کو بھی اپنی جدوجہد کا حصہ تصور کرتے ہیں  
 کیونکہ وہ لوگ بھی ہماری طرح لوٹ کھسوٹ  
 اور نا برابری کا شکار ہیں۔ میری خدائے

## دنیا کے ہر ملک سے انقلابی تحریک شروع ہو چکی ہے

حاصل کر رہی ہے اور گوریلوں کو زود کوک  
 کرنے کے گڑھ کر رہی ہے۔ یہی یہی معلوم  
 ہے کہ برازیل پولیس کے کئی افسر ایف بی آئی  
 میں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔  
 ایک اور کام ہے جو برازیل کے اندر  
 امریکہ کر رہا ہے۔ امریکہ کے خزانہ دار میں  
 مشن نے کہ برازیل آئے ہیں اور ہمارے  
 خلاف خبری کرنے ہیں۔ اس میں شک نہیں  
 کہ اس میں پی مشن میں ایسے احباب بھی ہوتے  
 ہیں جو آئینہ دل از کم کا شکار ہو کر ساتھ چلے آتے  
 ہیں اور مشن کے اصل مقصد سے واقف نہیں  
 ہوتے۔ امریکہ سے ایسے پروفیسر بھی برازیل  
 آتے ہیں جن کا کام بظاہر برازیل کی سیاسی  
 صورت حالات کا مطالعہ کرنا ہوتا ہے لیکن  
 باطن میں وہ سیاسی اہمیت رکھنے والے علاقوں

کہ ایک سیاسی قیدی پر تشدد کرنے کے بعد  
 پولیس کی نئی اطلاع پر دروازہ مار چر کیا گیا ہے  
 میں ذات خود سر کے قریب فوجی ماہرین کا  
 جنہیں مار چر کا فن سکھایا جاتا تھا تختہ  
 مشن بن چکا ہوں۔  
 سوال :- کیا وہ سیاسی مجرموں کے کنبہ کے ان  
 افراد کو بھی مار چر کرتے ہیں جنہیں پولیس گرفتار  
 کر لیتی ہے ؟  
 فلوریو :- گزشتہ ماہ کو جاپانی سفیر کے بدلہ  
 میں جن قیدیوں کو مار چر کیا گیا تھا ان میں  
 سے زیادہ تر سیاسی مجرموں کے کنبہ کے افراد  
 تھے۔ ان افراد میں نوسال کا ایک لڑکا بھی  
 تھا جسے پولیس نے اس کی ماں کے سامنے  
 بری طرح زود کوک کیا تھا تاکہ ماں اپنی  
 نانتا سے مجبور ہو کر پولیس کو معلومات بہم





# امریکی سامراج دیوا

## ضربا میں نئے جنگ کے تیاریاں

امریکی سامراج • دیت نام • کیمونڈا اور لاؤس کے بعد اب عوامی جمہوریہ کوریا کے خلاف ایک نئی جنگ پیش کرنے کے لئے کوریا کی سرحد پر مسلسل اشتعال انگیز کارروائیوں میں مصروف ہے۔ عوامی جمہوریہ کوریا کی وزارت خارجہ نے اپنے ایک بیان میں ان کارروائیوں کی سختی سے مذمت کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ "کوریا کے انقلابی عوام امریکی سامراج کی ہرجا راجانہ کارروائی کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے اور اسے عبرت ناک سزا دیں گے۔"

لائی جمہوریہ چین نے عوامی جمہوریہ کوریا کے موقف کی بھرپور حمایت کرتے ہوئے کوریا کی حکومت کو اپنی حمایت اور تعاون کا بھرپور یقین دلایا ہے۔

امریکی سامراج دیوا کی میں جنگجو کو ہند چین میں اپنی جارحانہ جنگ کا دائرہ لاؤس تک پھیلا چکا ہے۔ لیکن نتائج ان کے سامنے ہیں۔ اپنے مذموم مقاصد کے حصول میں ناکام ہونے کے بعد اب اس نے آہستہ آہستہ بحرہی کے عالم میں عوامی جمہوریہ چین اور عوامی جمہوریہ کوریا کے خلاف اشتعال انگیز کارروائیاں شروع کر کے اپنے گھناؤنے منصوبے کو طشت از بام کر دیا ہے۔ دنیا بھر کے انقلابی اور محنت کش عوام امریکی سامراج کی ان نفرت انگیز کارروائیوں کو جس سے پوری دنیا کا

اسن ومان تہہ دہلا ہو سکتا ہے۔ سخت تشویش کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔

امریکی سامراج کی تائید و حمایت پر جنوبی کوریا کی چھ حکومت نے شمالی کوریا کے خلاف اپنی اشتعال انگیز کارروائیوں میں اضافہ کر دیا ہے امریکی "پاک جنگ ہی" ٹولے کی طاقت میں باہر ترسیع کر رہا ہے۔ شمالی کوریا کی سرحد پر جنوبی کوریا کی چھ حکومت اور امریکی سامراج کے فوجی دستے جنگی مشینوں کے بہنے براہ راست شمالی کوریا کو جنگ کی دھمکی دے رہے ہیں جس سے جزیرہ نما کوریا میں ایک خطرناک صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ امریکی نے جنوبی کوریا میں پیسے سے موجود امریکی دشمنوں میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

امریکی سامراج اور جنوبی کوریا کی چھ حکومت کی ان کارروائیوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امریکی سامراج کوریا میں ایک نئی جنگ کی چٹاریاں سلگانے کے لئے موقع کی تلاش میں ہے۔ عین نے اپنی حالیہ تقریر میں اس بات کا اعلان کر کے

کہ وہ اپنی پھیر دی "کے مطابق جنوبی کوریا کی خوشحالی اور ترقی میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے کردہ عزائم کا کھلے الفاظ میں اعتراف کر لیا ہے امریکی سامراج جنوبی کوریا کو مکمل طور پر اپنے تصرف میں لانے کے بعد ایشیا میں ایک فزک جنگ بھرکانے کے لئے اسے امریکی اڈے کی حیثیت سے استعمال کرنا چاہتا ہے۔

امریکی سامراج اپنی جنگی کارروائیوں سے شمالی کوریا اور ایشیہ کے تمام کو حکمرانوں کے درپے ہے۔ لیکن اسے معلوم ہونا چاہیے کہ کوریا اور ایشیا کے انقلابی عوام اس کے گھناؤمے مقاصد سے آگاہ ہیں اور انہوں نے امریکی سامراج اور اس کے چٹوروں سے ہٹنے کے لئے اپنی انقلابی جدوجہد کی آگ کو پورے طرح سے روشن کر دیا ہے۔

### فلسطینی ریاست کے قیام کی سازش

اردن کی رجعت پسند حکومت فلسطینی عین پینڈو کی تنظیم میں شگفت ڈالنے کی مجرور کوشش کر رہی



عرب باشندوں کے خلاف نمکس اور گولڈ امیر کا گٹھ جوڑ

ہے۔ چپ کہ امریکی سامراج اور اسرائیلی توسیع پسند نام نہاد فلسطینی ریاست کے قیام کے ناپاک منصوبے کو اٹکے بڑھانے میں یون رات کوشاں ہیں۔ امریکی سامراج اور اسرائیلی توسیع کا یہ منصوبہ فلسطینی عوام کو تقسیم کر کے اور ان کی انقلابی جدوجہد کا سرخ موڑنے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ یہ فلسطینی عوام نے اپنی جنگ میں ثابت قدم رہتے ہوئے اس منصوبے کو قطعی طور پر مسترد کر دیا ہے۔ جن کا مقصد فلسطینی تحریک کو مکمل طور پر تباہ کرنا ہے۔

امریکی سامراج اسرائیلی توسیع پسند اور اس کے چٹوروں نے ۱۹۴۸ اور ۱۹۴۹ کی جنگ میں جو فوجی فتح حاصل کی تھی اسے دائمی صورت دینے کے لئے حیدر ایٹ اردن کے مغربی ساحل اور غزہ کی پٹی میں ایک نام نہاد فلسطینی ریاست قائم کرنے کا منصوبہ تیار کیا ہے۔ یہ منصوبہ عرب اور فلسطینی عوام کے حقوق کی مکمل نفی کرتا ہے۔ یہ عرب عوام اور فلسطینی عوام کے حصول کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں، جو ان کا آبائی وطن ہے۔

امریکی اور اسرائیلی نے یہ منصوبہ دراصل اس لئے تیار کیا تھا کہ مشرق وسطیٰ میں فلسطینی حریت پسندوں کو کھیل دیا جائے۔ لہذا باقی اندھ کوکوں کو بلاغ اسرائیل کی حمایت پر راضی کر لیا جائے۔ عہد اس بات کو خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ ان کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ فلسطینی حریت پسند ہیں۔ جو ان کی کسی سازش کو کامیاب نہ ہونے دیں گے۔ اسی لئے انہوں نے نام نہاد فلسطینی ریاست کا منصوبہ رچایا ہے تاکہ دریائے اردن کے مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی میں جو ان دونوں اسرائیل کے تصرف میں ہے، فلسطینی مہاجرین کو وقتی طور پر آباد کر کے فلسطینی کے قبضے پر خفاک خیال دیا جائے۔ اور پھر فلسطینی حریت پسندوں کے خلاف اس علاقے کو فوجی اڈے کے طور پر استعمال کیا جائے۔



# اکا شکار ہو گیا ہے

قومی محاذ آزادی فلسطین نے امریکی اور اسرائیلی منصوبے کو مسترد کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ سامراج اور اسرائیلی توسیع پسند اس خطہ کو منسوبہ کے ذریعہ اپنے جارحانہ عزائم کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ ان حالات میں فلسطینی انقلابیوں کو چاہیے کہ وہ امریکی سامراج اور اسرائیلی توسیع پسندوں اور اردن کی رجسٹرڈ پسند حکومت کے ہاتھوں ہمسویہ سے نیٹے کے لئے اپنی انقلابی جدوجہد کو تیز کریں۔ اور آخری فتح تک اپنی جنگ جاری رکھیں گے۔

تیل برآمد کرنے والے ممالک کی جدوجہد

ان دنوں تیل برآمد کرنے والے دنیا کے دس بڑے ممالک تیل کی اجارہ دار کمپنیوں کے زیرِ قیادت ہیں۔ ان ممالک میں الجزائر، ایران، عراق، کویت، لیبیا، سعودی عرب اور وینزویلا شامل ہیں۔ ۱۹۶۰ء تک ان ممالک کے تیل کی کل پیداوار ایک ارب ۲۰۰ کروڑ بشقی جو پوری دنیا کی کل پیداوار کا ۴۵ فی صد ہے اس پیداوار کا ۸۰ فی صد مغربی یورپ



سامراج  
ہم گردن  
ہیں  
فلسطینی  
کھٹوں  
کا  
مکعبہ  
مقبوط  
کر رہا  
ہے



شکاری کر رہا ہے عوام کم اہل سنگ کی قیادت میں سامراج کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں

اور ۹۰ فی صد صحرایہ امارات کی ضرورت کو پوری کرتا ہے۔ یہ تیل برآمد کرنے والے ممالک کی ۲۱ ویں درجہ کی کانفرنس منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں شریک ممالک نے ٹیکس ریٹ میں ۵۰ فی صد سے بڑھا کر ۵۵ فی صد کے اضافے کا مطالبہ کیا جس کے تحت ان ممالک کے تیل کے برآمد کرنے والے ممالک کے اس باغیانہ اقدام سے اجارہ دار کمپنیوں کی فائدہ مندی کے لئے امریکی سامراج چارخ پام کر گیا اور اس معاملے میں فوری طور پر مداخلت شروع کر دی۔ ٹیکس ریٹ کے اندر یکے بعد دیگرے ایوانِ اردن کو فوراً مشرق وسطیٰ علاقہ کرنا لگا دوسرے مغربی ممالک کے ساتھ مشترکہ محاذ بنا کر تیل برآمد کرنے والے ممالک پر دباؤ ڈالا جاسکے۔

۱۹۶۹ء میں ان اجارہ دار کمپنیوں نے مذکورہ ممالک کا استحصال کر کے عیار اور پیمائش کو روکا اور اس کے منافع حاصل کیا تھا۔ اور ۸۰-۹۰ میں شروع کے صرف تین چار ماہ کے دوران چین اس پیمائش کو روکا منافع کیا تھا۔

لیبیا، ان اجارہ دار کمپنیوں سے کر لینے والا پہلا ملک ہے جس نے فی پیرل ۳۰ سلٹ اور برآمد کرنے والے ممالک اور اجارہ دار کمپنیوں کے اگلے پانچ سال کے لئے فی پیرل دو سلٹ کا اضافہ کر کے تیل کے کاروبار میں اپنی طاقت کا لوہا منوالیا۔ اجارہ دار کمپنیوں کی ہٹ دھرمی اور چودہ ارب ڈالر کی اس کے علاوہ ٹیکس میں اضافہ کیا۔ اس مثال کو مدد دیتے ہوئے عراق، ایران اور کویت نے تیل کے نرخ انڈیکس میں اضافہ کا مطالبہ کر دیا، وینزویلا نے بھی ٹیکس ریٹ میں ۶۰ فی صد کے اضافے کا فیصلہ کر لیا۔ ان تیل کی اجارہ کمپنیوں سے لکھے ہوئے کیلئے گزشتہ سال دسمبر میں وینزویلا کے دار الحکومت کاراکاس

۱۹۶۹ء میں ان اجارہ دار کمپنیوں نے مذکورہ ممالک کا استحصال کر کے عیار اور پیمائش کو روکا اور اس کے منافع حاصل کیا تھا۔ اور ۸۰-۹۰ میں شروع کے صرف تین چار ماہ کے دوران چین اس پیمائش کو روکا منافع کیا تھا۔

لیبیا، ان اجارہ دار کمپنیوں سے کر لینے والا پہلا ملک ہے جس نے فی پیرل ۳۰ سلٹ اور برآمد کرنے والے ممالک اور اجارہ دار کمپنیوں کے اگلے پانچ سال کے لئے فی پیرل دو سلٹ کا اضافہ کر کے تیل کے کاروبار میں اپنی طاقت کا لوہا منوالیا۔ اجارہ دار کمپنیوں کی ہٹ دھرمی اور چودہ ارب ڈالر کی اس کے علاوہ ٹیکس میں اضافہ کیا۔ اس مثال کو مدد دیتے ہوئے عراق، ایران اور کویت نے تیل کے نرخ انڈیکس میں اضافہ کا مطالبہ کر دیا، وینزویلا نے بھی ٹیکس ریٹ میں ۶۰ فی صد کے اضافے کا فیصلہ کر لیا۔ ان تیل کی اجارہ کمپنیوں سے لکھے ہوئے کیلئے گزشتہ سال دسمبر میں وینزویلا کے دار الحکومت کاراکاس







## ریڈیو پاکستان کے ہفتہ طلبہ کا قیصر

# بزم طلبہ پر طالبات چھائی ہوئی تھیں

احمد ظفر قریشی

ابھی بڑھاپے کی تین ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ ریڈیو پاکستان کے ارباب محل وقوع کو نشر گاہ کے اسٹوڈیو بے رونق نظر آئے۔ حاکم اعلیٰ نے خاص مشاورتی کونسل کا اجلاس طلب کیا اور فیصلہ صادر ہوا کہ پچھلے سالوں کی طرح اب کے بھی بڑھاپے طلبہ کو گاہ بزم طلبہ کے مختلف پروگراموں میں انمولہ کھیل کا مسئلہ سامنے آیا تو بندہ بانٹ کی ابتدا ہوئی جو ان کے زیادہ قریب تھا اس کے نام تو وہ لکھا، انہیں لگا تو بروقت لگا لگا گیا، بات آگے چلی تو مساتھوں کے لئے فائدہ مند اختلاف اور قائد ایوان کی باری آئی۔ تو پھر ایک بار اندھا پنوں میں ریڈیو بانی بنائے لگا۔ حصہ لینے والوں کے نام پہلے گھر میں درج کروائے گئے اور پھر گھروں پہنچائیں کر کے انہیں خوشخبری دی گئی اور انہیں مخصوص طالبات کو دفتر بے وقت بلایا جانا رہا۔ وہ بے چاریاں پروگرام ملنے کے شوق میں جاکر ریڈیو پاکستان آئی رہیں اور ارباب اختیار کے لئے خوشیاں سہم کرتی رہیں عجیب

جشن کا سہ ماہی بکتر ریڈیو پاکستان کے احاطے کوں کھدوں میں خوشبودار سلیب اندھیرے میں ڈھلے نغمات تھے۔ اور کسی شش دن تھوڑا جواں کالوں کو چھتیا پاتے ہوئے دکھائی دیتے۔ دروازہ بزرگان راوی۔

اب بزم طلبہ پر عشوہ اصلاحات کا سا لگان بڑا خفا تھا۔ یہ حالت تھی کہ تھوڑی تھوڑی اس کے اقتدار تک یہ حالت تھی کہ تھوڑی تھوڑی دیوید ریڈیو سے بزم طلبہ کے پروگرام کا اعلان یوں ہوتا تھا کہ سامعین کے ذہنوں میں "مشہور اصلاحات" کے اعلانات تازہ ہو جاتے تھے۔ طلبہ کے پروگراموں کی اس قدر اہمیت ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ بعد میں ہماری سمجھ میں آیا کہ یہ اعلانات اس وجہ سے ہوتے تھے کہ طلبہ مملکت کے مامل کو اتنا دہرایا جائے کہ وہ نام سامعین خصوص طلبہ کو

اور برجائیں تاکہ مختلف کابروں اور یونیورسٹی کے یونیورسٹیوں کے ایکشنوں پر اثر ڈالا جاسکے لیکن ہمیں شمس ہے کہ ارباب اختیار کی یہ کاروائی سوشلزم نہ ہو سکی۔ اس کی واضح مثال جامعہ کراچی کی اسٹوڈنٹس یونین کے جنرل سیکریٹری کی امید وار تھیں زبان تھیں۔ جنہیں ریڈیو کے ارباب اقتدار نے ایکشن جتوانے کے لئے ہر ممکن مدد کی لیکن اس کی جے کہ ریڈیو دلائل کے پیچھے جھٹکنے کے باوجود ایکشن کی دھڑکیں نہ جیت سکیں۔

مشاورہ فوسپ نے سالیانہ دوران خاندان کو بکھرا دیا سامعین نے نہیں سنا۔ لیکن اب بیٹے کہ پروگرام کے انچارج نے بعض خوش گوشوں کو اس بات کے لئے مجبور کر دیا کہ وہ انہیں نہیں غوریں پڑھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مذکورہ طلبہ علم خوش گوشہ انگریزوں پر بڑھتے تو پہلے سے تیار تھے انہیں انہی نے فہرست میں رد و بدل کا فطرہ تھا اور ظاہر ہے یہ خطرہ پروگرام انچارج مولیٰ لینے کے لئے قطعی تیار نہیں تھے۔ سامعین میں ہم بھی شامل تھے۔ اور عام رجحان کے مطابق یہ کہا جاتا ہے کہ ولی احمد دھڑکیں معاویہ عالم منظور شوکت خاں کی غولیں اچھی تھیں لیکن شوکت خاں کے سوا دوسرے شاہوں کو قطعی نظر انداز کر دیا گیا۔

نظر میں ایوب خاں کی نظم خوب صورت تھی لیکن انعام دہکا کا بیوری اند پر دین شکر و دھول کو پہلا دیا گیا۔ دفا کا بیوری پر یاد آیا کہ انہیں پچھلے سال کے مشاعرے کے اکاؤنٹ میں اس

سال انعام سے نوازا گیا۔ کیوں کہ وہ پچھلے سال انعام نہ ملنے پر پروگرام انچارج ہر چرچہ دوڑے تھے۔ یہ وہی شاکر پریم ہرانی کی وجہ تو سمجھ میں آئی ہے لیکن عمران ذوقی کو دوسرا انعام ..... بعد میں بزم طلبہ کی صفیں کراچی کی پچھلی نظم میں ان کا سخت بھید پست دیا گیا تھا۔

یہ وہی شاکر شکر شکر طلبہ سے مدد ہوتی تو انمولہ سرین تھیں۔ ادیب و شاعر تو پہلے سے تھیں خدا انہیں شفق نظروں سے بچائے تو کہ ان پر انفرنگہ دکان بھی بھونکے گئے تھے شرمی قسمت دیکھ کر نظم ایک پڑھی لیکن نام کا اعلان سات آٹھ بار ہوا۔

سپر ادبی محاکمہ ہوا تو سامعین اسٹوڈیو سے غائب تھے۔ محاکمہ میں شامل طالبات کا اجلاس باقاعدہ نہیں ہوا۔ قہر لگا لگا لگا اور متعلقین کی انگلیوں میں دھول بھری گئی تھی۔ اور انتخاب دیرینہ تعلقات کی بنیاد پر ہوا تھیں پھر سے محاکمہ میں تقریباً اساتذہ بولتے رہے اور شریک طلبہ کی طبیعت کا برم کھولتے رہے۔ اسٹوڈنٹ کی یہ زیادتی ہمیں قطعی پسند نہیں۔

مندی میا صاحبہ میا تو جس نرسنگ تاپور کو سنا ہے کہ قائد ایوان گھر سے بھاگ کر بنا دیا گیا کیونکہ ان کے ہاتھ میں ریڈیو کے ان ارباب اقتدار کا جو رعبی کے نام لکھا ہے ہیں۔ یہ خیال تھا کہ ان کے دل و صواب مندرجہ کے وزیر اعلیٰ بننے والے ہیں۔ یہ بہر حال نتیجہ آدمی ہوا جس کی امید تھی۔ ہمارا خیال ہے کہ دوسرے کئی طالب علم ایسے ہوں گے جو مندرجہ زبان میں بہترین تقریر کر سکتے تھے۔

ان تمام پروگراموں میں سلیم جہاگیر ایک بار پھر ترقی کی حیثیت سے نمودار ہوئے۔ ہمیں تعجب ہے کہ قرأت کے مقابلوں میں انعام پانے والے طالب علموں کو ہمیں موقع نہیں دیا جاتا۔ عوامی ادارے کی حیثیت سے ریڈیو پاکستان کے بزم طلبہ کے پروگراموں میں مرزا طیف طالب علموں کو شرکت کا موقع دیا جائے جو اصلاحیت ہوں۔ انتخاب کے سلسلے میں قمر مہلا کی شش ختم ہونی چاہیے اس کے ساتھ ہی انتخاب کے سلسلے میں ریڈیو کے جوان و بزرگ ارباب اختیار نے ماحول کے انتخابات کا جو معیار مقرر کیا ہے وہ بھی ان کے پیچھے فزائن ایوان کے سب دھول کو زیب نہیں دیتا۔



## ایم ایس ایف کسری کے انتخابات

ایم ایس ایف کے انتخابات کی تاریخ مقرر ہوئی رکھی گئی تھی۔ سخت سردیوں کے دن تھے اس کے باوجود نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے کارکنوں نے انتخاب میں اس طرح حصہ لیا جیسے کہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی انتخابات کے سلسلے میں کام کیا جا رہا ہے۔ گھروں گھروں پر جا کر کوئٹنگ کی گئی اور دونوں کوششوں کے ذریعہ پولنگ سٹیشن تک لایا گیا۔

انتخابات کی جگہ دیکھنے سے تعلق نہ تھی متحدہ کندی کے بزرگ حضرات اپنے قدر کے انقلابی اور جوشیہ نوجوانوں کو ایکشن کا کام کہتے دیکھ کر خود بھی سرور ہر رہے تھے۔

اس انتخاب میں صدر کیلئے ڈوڈ ناسب صدر کے لئے تھیں۔ جنرل سیکریٹری کے لئے پاپرخ اور جوائنٹ سیکریٹری کے لئے ۲ امیدوار تھے۔

کندی کی اس جمہوری سی بستی میں ۵۰۰ ممبران پر مشتمل پولنگ ہوئی جس کے نتیجہ میں خود بھی صدر۔ محمد علی بلوچ۔ نائب صدر۔ مسعود احمد بھی۔ جنرل سیکریٹری اور محمد الیز جو جوائنٹ سیکریٹری منتخب ہوئے۔



# حقیقت نگرین ملک میں پاکستان کے زیادہ مشہور ہے

لطافت علی صدیقی

”نٹس ماسٹر“ اپنے کارناموں کو زندہ رکھنے میں کامیاب ہو جائیگا؟

تھائیہ ۱۹۶۰ء کا ذکر ہے، ایک غیر ملکی نے ہوائی سفر کے دوران ایک پاکستانی سے سوال کیا ”آپ کا تعلق کس ملک سے ہے؟“ پاکستان سے“ جواب تھا۔ غیر ملکی نے محمد بھکر خورشید ہنس کے بعد دوبارہ سوال کیا۔ ”کیا یہ وہی ملک ہے جہاں حقیقت رہتا ہے؟“ ممکن ہے اس واقعہ میں کوئی صداقت نہ ہو، اور محض خیالی ہو، مگر اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کرکٹ کی دنیا میں حقیقت محمد پاکستان سے زیادہ مقبول ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ حقیقت نے اپنی کرکٹ کی جلی صلا جیتوں کے ذریعہ پاکستان کو کرکٹ کی دنیا سے متعلق کر دیا۔ حقیقت کو دنیا کے مقبول گراؤندزوں میں سبغریاں بنانے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ اس نے دنیا بھر میں اپنے شاندار پرفارمنس کا مظاہرہ کر کے، انٹرنیشنل، سربوز اور سرپر میں کی طرح اپنے لئے ایک منفرد اور پروقار مقام حاصل کیا ہے۔ ۱۹۵۱ء میں حقیقت پاکستانی ٹیم کے ساتھ بھارت کے دورے پر گیا۔ وہ اپنی ٹیم کا سب سے کم عمر کھلاڑی تھا۔ اس نے اپنے آبائی ملک میں ٹینک کا شاندار مظاہرہ کر کے پاکستان کے وندرز برائے ”کامائنس“ حاصل کیا۔

۱۹۵۸ء میں ویسٹ انڈیز جیسی بین الاقوامی شہرت کی ٹیم کے مقابلے میں کھیلے ہوئے ۱۳ کھینچے اور ۳۹ سنٹ میں اس نے ۳۴ رنز کا سکور حاصل کیا اور ”نٹس ماسٹر“ کے خطاب سے نوازا گیا۔

لیکن حرج وزوال کی ایک قدرتی بات ہے۔ موسم سرما کے بعد موسم بہار کا آغاز ہی ہے۔ بالآخر وہ بھی آگیا۔ جب حقیقت نے کرکٹ کی دنیا میں ۱۹ سال تک ایک فاتح کی حیثیت سے گنارنے کے بعد گزشتہ سال ریٹائرمنٹ کا اعلان کیا۔ حقیقت مرموزہ پیشہ سلیکٹرز ”سے بھی کچھ اختلافات تھے۔ جس کی وجہ سے اسے کرکٹ سے جبری طور پر ریٹائر کیا گیا۔

لیکن گزشتہ دنوں اپنے وقت کے سسٹمٹیک کھلاڑی نے ”پورڈ آف کنٹرول“ منار کرکٹ ان پاکستان“ کو دوبارہ بین خدمات پیش کرتے ہوئے اعلان کیا کہ وہ مقابلے کے بیچوں میں سو فیصد کھیلنے کے قابل ہے۔ اس اعلان سے کٹس ماسٹر ایک باؤنچر کرکٹ کی دنیا کو اپنے کارناموں سے جھگڑنے کے لئے میدان میں وارد ہو رہے ہیں۔ بلاشبہ پاکستان کا بھرپور خوش بوجھ۔ مگر اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں دوسرا بات پیدا ہوئے ہیں۔

اولیہ کیا وہ ماضی کی طرح شاندار پرفارمنس کا مظاہرہ کرے گا؟

دوم:- یا اس نے ماضی میں جو شاندار کامیابیاں حاصل کی ہیں کہیں اسے ضائع نہ کر دیتے۔ ان دوسروں کے علاوہ ایک اور نکتہ بھی ہے۔ کیا اس سال انگلینڈ کے دورے پر جانے والی پاکستانی ٹیم میں حقیقت محمد کو شامل کیا جائے گا؟ اگر اسے پاکستانی ٹیم میں شامل کیا گیا تو ایک عظیم کرکٹر کے لئے بڑا المیہ ہوگا۔ اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اسے ٹیم میں شامل کر لیا جائے گا تو کیا اسے انگلینڈ میں اپنی سابقہ پوزیشن کو برقرار رکھنے میں مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ہر کھلاڑی کو زندگی میں ابھرنے کا ایک موقع ملتا ہے۔ مگر یہ جیتنے کے لئے نہیں جوتا۔ پاکستان یا کسی ٹیم کے سابق کپتان کوئی غلط کام نہ کرنا اپنی جگہ سو فیصد درست ہے کہ ایک ممتاز کھلاڑی کو اپنے عروج کے زمانے میں کھیل سے ریٹائر ہو جانا چاہیئے۔

بارے سامنے اس کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ گے کاویلیئر، ڈیوڈیکسٹر، جو ۱۹۶۲ء میں انگلینڈ کی ٹیم کا کپتان تھا، اور اس کی عمر ۴۰ سال تھی۔ اس نے کراچی میں پاکستان کے مقابلے میں کھیلنے ہوئے دوسری سپرر بنائی تھی۔ مگر اس نے اسی سال کرکٹ سے ریٹائر ہونے کا اعلان کر دیا۔

پاک کی کھلاڑی جمی ۱۹۶۰ء میں ۲۰۰ رنز اور ایک ہی اسکور بنانے کے بعد ریٹائر ہو گیا۔ حالانکہ وہ مزید چند سال کھیل سکتا تھا۔

اس کے بعد چند ایسے کھلاڑیوں کی بھی مثالیں ہیں جو باعزت طور پر ریٹائر ہونے کے بعد دوبارہ کھیل کے میدان میں داخل ہوئے اور ماضی کی کامیابیوں پر پانی پیر دیا۔ اولیہ کے ہیرو فضل محمد نے ۱۹۵۴ء میں انگلینڈ کے

کھلاڑیوں کی صفیں الٹ دیں مگر ۱۹۶۲ء میں وہ اپنی سابقہ روایت کو برقرار نہ رکھ سکا۔ اور اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں بری طرح ناکام ثابت ہوا۔ اس سلسلے میں فضل کا کوئی قصور نہ تھا۔ کیونکہ اسے ریٹائرنگ کی عمر میں ایک غیر معمولی فرض سونپ دیا گیا تھا۔

دوسری مثال انگلینڈ کے سدا بہار کھلاڑی لاڈلے کی دی جا سکتی ہے۔ چند سال پیشتر باعزت طریقے سے ریٹائر ہو گیا۔ اس کے بعد دوبارہ کھیل کی دنیا میں واپس آ گیا۔ دو سال پیشتر کپتان کی حیثیت سے اس نے پاکستان کا دورہ کیا تھا اور گزشتہ سال اس نے انگلینڈ کی ٹیم میں ایک ممبر کی حیثیت میں اور اسی حال ہی میں نیوزی لینڈ کا دورہ کیا۔ اس بات پر متنبہ بھی کی گئی کہ انگلینڈ اور کھلاڑی کے انگلینڈ کی ٹیم کا کپتان کیوں منتخب نہیں کیا گیا۔ اور اسے نائب کپتان کیوں منتخب کیا گیا۔ جبکہ وہ انگلینڈ کے سے سینئر ہے۔

آسٹریلیا کے ام دورے پر لاڈلے نے نصف درجن کچھ چھوڑ دیئے۔ جبکہ ان میں سے کئی بال آسانی سے گرفت میں لے جاسکتے تھے۔ اس کا نتیجہ ناکامی کا ڈرائے کو کھیلنے سے روک دیا گیا۔ وہ لوگ جو انگلینڈ کے انتخاب پر تنقید کرتے تھے، اب لاڈلے کے ”ڈیپسٹ“ کے فیصلے کو جائز قرار دے رہے ہیں۔ لاڈلے کی بدقسمتی کا غلط فرمائیے کہ اسے نیوزی لینڈ جیسی پوری ٹیم کے مقابلے کے لئے بھی منتخب نہیں کیا گیا۔ اس معاملے میں لاڈلے کو کبھی مورد الزام نہیں سمجھایا جاسکتا کیونکہ اس کے لئے شاندار کھیل کے مظاہرے کا اور گزشتہ چارے اب وہ عمر کی اس حد میں داخل ہو چکا ہے جہاں اس سے غیر معمولی جتنی کا تقاضا کرنا ایک بے معنی سی بات ہے۔

ٹھیک اسی طرح حقیقت کو بھی اس معاملے میں بار بار غور کرنا چاہیئے کہ اگر وہ کرکٹ کے میدان میں دوبارہ داخل ہوا تو اس سے فائدہ ہوگا یا نقصان۔ کیا وہ اپنے ماضی کے شاندار کارناموں کو از سر نو زندگی دے سکتا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ فضل محمد کی طرح ناکامی مقدر بن جائے اور لاڈلے کی طرح مشکل کیجے تو کجا آسان بال بھی ہاتھ سے چھوٹ جائیں یا نہ





# ترکی کا موجودہ سیاسی بحران امریکی سامراج کا پیدا کردہ ہے

## ترکی کے انقلابی عوام نے مسلح جدوجہد شروع کر دی

### نور - الف

خبردار " کوئی شخص اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے "۔

جہاں امریکی ہوا باز جو ترکی پر کھڑے تھے ان کا ٹارگٹ بنانے میں مصروف تھے گھر لکھ پٹے، اپنے سامنے " ترک عوامی فوج " کے حریت پسندوں کو دیکھ کر بیڑا اس جگہ گئے، حریت پسندوں کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔ ان کے سروں پر لٹیفی حریت پسندوں کی حق دہال بندھے ہوئے تھے اور ان کا نصف چہرہ چھپا ہوا تھا۔ ان کے قریب ہی ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی، جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

ٹھاسوشی سے اس گاڑی میں بیٹھ جاؤ، حریت پسندوں نے حکم دیا۔ امریکی ہوا باز بھیجے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اور پھر چند سیکنڈ میں پورا سردار گاڑی چار امریکی ہوا بازوں کو لے کر نامعلوم منزل کی جانب روانہ ہو گئی۔

اس واقعہ سے چند گھنٹوں کے بعد ترکی کے حملہ طرز میں ترک فوجی فوج کے حریت پسندوں کے ہاتھوں چار امریکی ہوا بازوں کے انہماکی خبر جنگ کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ترکی کا دارالحفاظ انقرہ فوجی گاڑیوں کی دھمک سے گرجنے لگا۔ ۲۵ ہزار مسلح فوج حریت پسندوں کے تعاقب میں روانہ ہو گئی۔ انقرہ کے مشتبہ علاقوں کا سامرا کر لیا گیا اور جنگ جگہ چھاپے پڑنے لگے، لیکن تلاش ہمسایہ کے بیچ فوجی امریکی ہوا بازوں کا سردار لگنے میں ناکام رہے، دوسرے دن ایک حریت پسند امریکی ہوا بازوں کی گاڑی انقرہ میں روسی سفارت خانہ کے سامنے پارک کر کے سوئے گرفتار کر لیا گیا مگر فوج اس کی زبان کھولنے میں ناکام رہی اس

نے اس بات کا اصرار تو کر لیا کہ اس کا تعلق ترک عوامی فوج سے ہے، اور وہ یونیورسٹی کا معلم ہے۔ مگر ان کے آگے اسی نے کچھ بتانے سے صاف انکار کر دیا۔ آخر جو کشش کے حربے اس پر کارگر نہ ہوئے۔

دوسرے دن " ترکی کے تمام اخبارات کو ترک عوامی فوج " کی جانب سے ایک سائیکلو اسٹاک بیان موصول ہوا۔ جس میں ترکی کی حکومت کو غیر دانا گرتے ہوئے اعلان کیا گیا تھا کہ ترک عوامی فوج نے ترکی کی زمین سے امریکی سامراج کے تمام نشان مٹانے کا فیصلہ کر لیا ہے، ویرل حکومت کو مشورہ دیا گیا تھا کہ ترکی سے امریکی فوج اور امریکی اڈے فوراً ختم کر دیے جائیں۔ " ترک عوامی فوج " ترکی کے بائیں بازو کے انقلابی طلباء کی سب سے مضبوط اور ترنر تنظیم ہے، اس تنظیم سے تعلق رکھنے والے انقلابی امریکی سامراج اور ترکی کے رجعت پسندوں کے برترین مخالفین ہیں، اور اپنے انقلابی حمل کے ذریعہ ترکی سے امریکی سامراج کے اثرات مٹانے کے بعد ایک سوشلسٹ نظام حکومت کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں۔

امریکی ہوا بازوں کے انہماکی بائیں بازو کی ناکامی کے سبب ویرل حکومت کا اقتدار مختل ہو گیا۔ امریکی سامراج اپنے زیر اثر ملک میں کسی ایسی حکومت کو برسرِ کار برداشت نہیں کرتا جو اس کے مفادات کا تحفظ کرنے میں ناکام ہو جائے۔ ویرل کی جنس پارٹی ۱۹۴۸ء کے انتخابات میں برسرِ اقتدار آئی تھی، اس پارٹی کا سیاسی جھکاؤ واضح طور پر بائیں کی طرف ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہ پارٹی خالص بائیں کی ہے، لہذا پارٹی نے اپنے اقتدار سے اب تک ترکی میں امریکہ کے مفادات کا تحفظ کرتی آئی ہے۔ اور رجعت پسندوں کے اشارے پر مہنت کش عوام اور بائیں بازو کی

انقلابی تنظیموں کو کھینچ کر اپنی اور بائیں بازو کی ویرل حکومت کی امریکی نواز پالیسی اور رجعتی اقتصادی منصوبہ بندی کے سبب ملک میں اقتصادی مسائل اور عوامی بیروزگاری بھیل گئی، عوام میں ویرل حکومت اور ویرل حکومت کے پشت پناہ امریکی سامراج سے نفرت بڑھتی گئی۔ بائیں بازو کی تنظیموں اور ان کی سرگرمیوں پر کڑی پابندی کے باوجود طلباء اور مہنت کش عوام میں انقلابی جذبات ابھرتے گئے، اور آخر کار طلباء اور عوام کی انقلابی سرخ انقلابی عمل کے ذریعہ پھیلت نکلی۔ امریکی سفارت خانے پر حملے موصول ہو گئے۔

امریکی نے ویرل حکومت کے اقتدار کو پتہ نہ دیا دیکھ کر اس نقطے کو سمجھا لیا کہ اب اس کی پشت پناہی قبول اور بے معنی ہے، چنانچہ امریکی سامراج نے ترکی کی مسلح افواج کو ایک نوٹ ممبر کے طور پر آگے بڑھا دیا۔ ترکی کے برتر، ہماری اور فضائی افواج کے تیوں سربراہوں نے اپنے دستخط و ویرل حکومت کو مستعفی کرنے کا اہم میٹم دے دیا۔ دوسری صحت میں طاقت استعمال کرنے کی دھمکی دی گئی۔ امریکی سامراج کی یہ چال کار گر ہوئی، ویرل کا بیڑہ کو مستعفی ہونا پڑا اور ترکی کی سیاسی زندگی ایک نئے بحران سے دوچار ہو گئی۔

ترکی سینٹ کے صدر نے مسلح افواج کی جانب سے لگائے گئے الزامات کو لغو اور بے بنیاد قرار دیتے ہوئے کہا کہ مسلح افواج کی اس بیجا مداخلت سے ترکی کی حریت، انتشار اور خانہ جنگی کی کیفیت میں مبتلا ہو گیا۔ مسلح افواج کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ سول حکومت کو اس طرح مقلوب بنادے۔

۱۹۴۰ء کے فوجی انقلاب اس کے بعد بورڈر جمہوریت کے بحالی ۱۹۴۵ء میں سبش پارٹی کے برسرِ اقتدار اور پھر ۱۹۴۹ء میں عام انتخابات میں سبش پارٹی کی کامیابی سے عوام نے یہ توقع

والیہ کر لی تھی کہ اقتصادی اور عوامی مسائل حل ہو جائیں گے اور دوبارہ ترکی کی سیاسی زندگی میں فوج کو مداخلت کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ مگر عوام کی یہ توقعات پوری نہ ہوئیں اور ان کی زندگی کا شدید بالائی کا شکار ہو گئی۔ ویرل حکومت اندرون ملک اور بیرون ملک سامراجی پالیسی کا دم چھلا پھیلائی، یہی اور کوئی ایسی اصلاح نہ کر سکی جس سے عوام کی زندگی پر مزید اضافہ نہ ہوئے۔

مساب کے بادل چھٹ جاتے۔ ویرل حکومت کی ناکامی دراصل امریکی سامراج کی پالیسیوں کی ناکامی تھی۔ اس دوران ترکی میں امریکی اثرات مرتب گئے تھے، امریکی فوجی اڈے قائم کرتے گئے، ترکی میں امریکی فوجوں کی تعداد جتنی بڑھتی رہی۔ اور عوام میں ویرل حکومت اور امریکی سامراج کے خلاف نفرت بڑھتی گئی۔ ترکی آج جس شدید سیاسی اور اقتصادی بحران میں مبتلا ہے وہ ساہا سال کی رجعت پسند معاشی اور سیاسی اتحاد کا رد عمل ہے۔

ترکی کے مہنت کش عوام اور انقلابی طلباء زیادہ دیر تک ایسی سیاسی اور معاشی کشش کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں ترکی کے رجعت پسندوں نے کبھی کانٹے سے ایسے ہو کر بائیں بازو کی تنظیموں اور ہزاروں پر مسلح حملے شروع کر دیے تھے۔ ان تمام باتوں کا یہ نتیجہ نکلا تھا کہ ترکی کے مہنت کش عوام اور طلباء امریکی سامراج کے مسلح افواج اور ترکی کے رجعت پسندوں سے جو شکار حاصل کرنے کے لئے مسلح ہو کر میدان میں آئے تھے۔ ویرل حکومت کے استغنے کے بعد سے اب تک ترکی کی سیاسی صورت حال ایک انتہائی نازک موڑ میں داخل ہو چکی ہے۔ صدر صونائی موجودہ بے چینی کو ختم کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ مگر حالات ابھی تک سنبھلنے کا نام نہیں لیتے۔ صدر صونائی تمام سیاسی پارٹیوں کی غلط حکومت بنا کر حلیہ زحمت پر مجبور حالات پر کاہل ہونا چاہتے ہیں۔ مگر یہ حق و دود بدل اور تبدیلی سے سیاسی بے چینی کسی حد تک کم ہو جائے۔ مگر اس سے خوش گوار نتائج کی توقع کرنا طاقت ہوگی۔ کیونکہ عوام اور انقلابی طلباء ترکی کے سیاسی نظام میں مکمل تبدیلی اور ترکی سے امریکی سامراج کے نام و نشان مٹانے کے لئے کمر بستہ ہیں ان کے ہاتھوں میں ہندو ہے اور وہ ہندو کے ذریعہ انقلابی تبدیلی کا غزم رکھتے ہیں۔





## ادھے پونے اور پوئے لیڈروں کے بیانات

### مقبوضہ اخبارات کے مالکوں نے تیار کئے

پروفیسر عتیق احمد

افسر اور محوڈے — دونوں کی قربت  
افسر سے بزدلوں نے غمی سے پرہیز کی  
قیسی کی ہے۔ جس یقین ہے کہ اگر ان بزرگوں کے  
زمانہ میں صحافت کا رواج بھی جی تو افسر اور  
گھر ڈے سے پرہیز میں ہے گام صفائی کا ضرور  
اضافہ کر دیا جوتا۔ افسر اور محوڈے سے پرہیز میں  
بھی ایک شرط ہے۔ ایک کی گاڑی اور دوسرے  
کی چھڑی سے تنہا کی گئی ہے۔ مگر ہنگام صفائی  
کا عجیب معاملہ ہے۔ اس کی گاڑی اور چھڑی  
دونوں ہی سے پرہیز لازم ہے۔ دوستوں اور دشمنوں  
کی تخصیص کے بعد جو دشمن چارنے کے عادت ایک ایسا  
طرز نماشہ تم کا مشہد ہے کہ اس ہنگام کے آگے  
رہنے والا اور اس پر سواری گانٹنے والا بھی کسی نہ  
کبھی ”دشمن کا دشمن“ کے مرحلے سے گزر  
ہی جاتا ہے۔ گزشتہ دنوں اس عمل کی ایک عجیب  
غریب روایت ہمیں اسلام پسندوں کے مقبوضہ  
اخبار میں نظر آئی۔ واقعہ یہی تھا کہ جماعت اسلامی  
کے جرم جنم کے اگلے امیر الامراء حضرت ابوالاعلیٰ  
موردی، جسکی سخت علیل ہیں اور فاکڑوں نے  
انہیں مکمل آرام کا مشہد دیا ہے۔ یہ خبر مقبوضہ  
صحافیوں کی گرفت میں آئی اور دشمن چارنے والی  
رنگ پھرک اٹھی۔ مولانا کی سخت عیالیت کی خبر  
تو چمکائی سرخی کے ساتھ چھپیں ہی تھی سرچھی۔  
مگر ستم ظریفوں نے عداوت اور حد عقیدت  
کے جذبات سے متلوک ہو کر حضرت مولانا کی  
جو تصویر اس خبر کے ساتھ چمکائی وہ بھی کے

بھٹہ دنوں کی تھی۔ جب حضرت والا کی صحت  
ایسی مثال تھی کہ اگر عالمی یم صحت کے کئی نکشن  
میں یہ تصویر دکھادی گئی ہوتی تو رد مذہبیہ  
ترک نشین ۱۹۵۱ء سے متاثرین اور ابرین  
جماعت اسلامی کو اپنے امیر الامراء کی نگہداشت  
اور خود پر دخت کے سلسلے میں دنیا کی بہتری  
ان کے مقابلے پر پہلو انعام بصورت فارن  
ایکس چین کثیر مقدار میں مہیا ہو گیا تھا۔ غیر یہ  
اسلام پسند سیاست اور صحافت کا اپنا  
اندرونی معاملہ اور داخلی مسئلہ ہے۔ جس میں صرف  
آسامیوں کو نہ ہے کہ اسلام میں پیار کی تبادلی  
اور غیر مسلم کے بھی کچھ آداب ہیں مقبوضہ صحافت  
کی اس تم غفلت نے حضرت مولانا کی پیاری کو  
جی اپنے لئے تفریح طبع کا بہانا بنالیا۔ ہاری  
دعا ہے کہ خدا کرے مولانا جلد صحت یاب ہو کر  
خود ہی ان بے گاموں سے نشہ لیں۔ ویسے  
ہمارا مشہد ہے کہ مولانا طفیل عمو صاحب کے  
لئے اپنے اختیارات امیر الامراء کی کو استعمال  
کرنے کا یہ نادر موقع ہے۔ یوں بھی ان کے  
یہ اختیارات عارضی ہیں۔ خدا جانے آگے  
کیا ہو۔ یہ دو دامت بھر میرے لئے یا نہ آئے۔  
لہذا اس خرصیت یک شب کو غلیبت جاننا  
چاہئے۔

خیر تو ذکر وہ اصل یہ گام صحافت اور صحافیوں  
کا تھا۔ یہ حکایت زبیر بیل مذکرہ آگے۔ گزشتہ جلتے  
ان ہی صحافت پر اس ہی گام صحافت اور اس  
کی پس پشت ڈور ہانے والی سیاست کا ذکر  
نما۔ گزشتہ جلتے اس صحافت نے ایک اندر پہلو

بلا۔ موضوع سخن تو وہی ان کا دل پسند مشہد تھا  
یعنی بھٹہ پازم اور انتہام تراشی یعنی  
چرچہ استہزاء دل گفت۔ ہاں می گویم  
پچھلے جلتے کا موضوع سخن ۱۳ مارچ کو بھٹو کی  
نشر پارک والی تقریر تھی۔ ۱۵ مارچ کی صبح کو  
مقبوضہ اور اردو صحافت کے اخبار میں گویا  
یوم قیامت کا سماں تھا۔ راتوں رات اپنے  
سر بیٹائی اعلیٰ و ادنیٰ سے رابطہ قائم کیا گیا۔ اور  
جناب بھٹو کے نام سے یہ بیان منسوب کر کے کہ  
”اقتدار مشرقی اور مغربی پاکستان کی اکثریت  
پارٹیوں کو شغل ہرنا چاہئے“ خصوصی بیانیہ  
کی استعداد رکھتی تھی۔ دنیا سے صحافت کے مقبوضہ  
کامیاب ہے کہ ۵ مارچ کی صبح کوٹ لٹے ہوئے  
دلے بیانات کا متن بھی متعلقہ اخبارات کے  
ایڈیٹران کرام ہی نے تیار کیا۔ جو دو ایک افسے  
اور پڑے قسم کے لیڈر ٹیلی فونوں پر دستیاب  
ہوئے۔ ان کو مطلع کر دیا گیا کہ آپ کے نام سے  
بیان خارج دیا گیا ہے۔ اور لیڈر نہ مل سکے ان  
کے اہل خانہ کو اطلاع دے دی گئی کہ صاحب  
کامیاب چھپ رہا ہے۔ اس شام  
ہم ریڈیو کی خبریں نہیں سن سکے۔ البتہ بھٹو صاحب  
کی تقریر ضرور سنی تھی۔ معلوم ہوا ہے کہ تقریر کے  
اصل فقرے میں تحریف اور ترمیم سب سے پہلے  
ریڈیو کی خبروں میں دی گئی۔ (عائد اطلہ) اگر  
یہ بات صحیح ہے تو ہم ریڈیو پاکستان کے  
ڈیڑھ گھنٹہ سے استہزاء کرتے ہیں۔ اور  
چیلر پارٹی کے سیکرٹری نشر و اشاعت کی ترجمہ  
مذکورہ کرانے ہیں کہ متعدد اعلیٰ ریڈیو پاکستان

سے اس کی وضاحت چاہی جائے کہ اس وقت  
کی خبریں کون ”کرپڈ“ کر رہا تھا اور اس کی اصل  
بات سے گزرنے اور اس کا علیہ نگار نے کی  
جرات کیجئے ہوئی۔ یہ بات ہم اس لئے کہ رہے  
ہیں کہ ہم نے خود بھٹو صاحب کی تقریر سنی تھی۔  
اور ان کا اصل فقرہ یہ تھا کہ ”اب انتقالی اقتدار  
کی باتیں ہو رہی ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر انتقالی  
اقتدار ہوتا ہی ہے تو مشرقی اور مغربی پاکستان  
کی دونوں اکثریت والی پارٹیوں کو ہونا چاہیئے۔“  
لیکھی دوسرے دن اس فقرے کو بغیر لائی والی  
خبر نیا دیا گیا اور اس کی ترمیم اور سیخ اس انداز  
پر کی گئی اور اس کا مطلب بتایا گیا کہ بھٹو نے  
مشرق اور مغربی پاکستان میں دو طریقہ علیحدہ  
حکومتوں کے قیام کا مطالبہ کر دیا۔ حالانکہ دوسرے  
ہی دن بھٹو صاحب نے ایک پریس کانفرنس  
منعقد کی اور لکھا ہوا بیان پریس کو جاری کیا  
اور اپنا اصل فقرہ دہرایا۔ مگر حسب  
تو اخبارات کی یہ غلط سلسلہ تاویل گویا کئی محکمہ خارج  
دھڑا مار کر مہیا گئی۔ سربراہ پرست اور اسلام  
پسند سیاستدانوں کے تقویر پر پریس کے کجواں  
گورادہ مرا چھینکا تو اسباب سہلای سیاست  
کے ہارے ہوئے جاری ہیں۔ اور خراکرات  
صحافت ہے۔ جو الفاظ کے بجائے ہوتے  
بجوں کو کھڑتے ہیں اور غلط سلسلہ تاویلات کے  
کوفوں میں ان معصوم الفاظ کو جوت رہے ہیں۔  
اس سارے مقبوضہ پریس کا ایک ہی کورس  
نہیہ۔ ایک ہی سے اور ایک ہی سرنالی ہیں  
کہ بھٹو نے پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کرے  
کی تجویز پیش کر دی۔ آہ و فغاں کے آسمان  
نکسں نمائے اور خیلوں ہیں کہ آسمان سے زمین  
تک کسی بیوہ کے جی کی صورت پوری کائنات  
کو ہانے دے رہے ہیں۔ پوچھو گئے۔ یہ  
کہتے ہیں کہ دو اکثریتی پارٹیوں کو انتقالی اقتدار  
کا مطالبہ اور کیا معنی رکھتا ہے۔ ان سے  
پوچھئے کہ اسے براؤن یوسف اردن! کیا  
بھٹو نے دو ذریعہ غفلوں کا مطالبہ کیا ہے۔  
کیا دو مرکز و زائدوں کی بات کی ہے۔  
جواب ملتا ہے ”مٹھو ہوئی۔ مٹھو ہوئی۔“ غی  
جی چوری بھٹو۔ ”اچھا بھائی! تم چوری کھاؤ۔“  
تمہارا سارا مشہد ہی مٹھو کی مٹھو کا ہے۔  
امریکے ساختہ فورموسٹ لکھی اور امریکی گندم  
کے آٹے اور امریکی چینی کی چوری۔ یہی









۵۷- دی. نرسه کوشا ویرا  
۵۸- دی. نرسه کوشا ویرا

معلوم ہوتا ہے آپ بزنس میں بالکل انارمی ہیں

نہت روزہ افق کی معرفت مولانا شاہ احمد نورانی کے نام پشاور کے ایک  
 پان فروش کا خط آیا ہے۔ میں بھی پان واسے کی طرح نورانی میاں کا پتہ  
 نہیں معلوم ورنہ اسی تک یہ خط پہنچانے کی عزت ضرور حاصل کرتے  
 ہننا ہم اس خط کو افق کے صفحت پر جو کائنات شائق کو دے رہے ہیں  
 تاکہ ایک پان فروش کی گزارشات نورانی صاحب تکب بھی پہنچ  
 جائیں (ادارہ)

جناب مولانا فردانی صاحب !  
بعد سلام معلوم ہو کہ الفتح کے اس  
بہتے کے شمارے میں آپ کے پان کی خرید و  
فروخت کا معاطہ پڑھا یہ جان کر بہت انوس  
ہوا کہ آپ کے پان بہت سستے تک گئے۔  
اگر آپ اپنا مال کچھ دی روک کر فروخت  
کرتے تو یہ پان ۱۸۰ روپے سیر کے حساب  
سے بھی فروخت ہو سکتے تھے معلوم ہوتا  
ہے کہ آپ بزنس میں بالکل ناٹھی ہیں۔  
اگر آئندہ کبھی مشرقی پاکستان کا  
اتفاق ہو تو یہ دھڑک شیخ صاحب سے

منوں کے حساب سے پان لے آئیں۔  
ہارے پاس ایک ایسا نسخہ ہے کہ پان  
ہمیشہ تک خواب نہیں جوتے۔ اگر معاطہ  
کرنا ہے تو مستفع میں ہیں بھی تریک  
کرنا پڑے گا۔  
آخر میں گزارش ہے کہ اگر ایک آدھ  
سیر پان بچ گئے ہوں تو ہمارے پتے پر  
بھیج دیں۔  
گزارش ہوگی۔ جواب کا منتظر  
سیلٹ پان فروش  
بازار کریم پورہ دیشاوردہ صدر۔

کے واسطے میں آپ کی موجودہ روش زبانِ فارسی کو  
کس علم کو توڑ کر رہا ہے؟ مفاد پرستی، ذاتی  
مغراض و مقاصد کی خاطر مصلحت کو حتیٰ اقتدار  
کے باقی کی دُور سے چھٹے کا عزم، یہ سب باتیں  
کون کر رہا ہے؟ — عوام کو پوچھتے ہیں کہ سازش  
کون کر رہا ہے؟ سازشی کون ثابت ہو رہا ہے؟  
ادب سازش کس لئے ہے؟  
اقلیتی سیاسی پارٹیوں کے کونش پر کونش  
کیوں جلائے جارہے ہیں؟ یہ شیخ مجیب کو ان کی  
حب الوطنی کے سرٹیفکیٹ اور بیٹو کو اقتدار  
پرستہ کا ڈپلومہ عطا فرمانے والے! اپنے اپنے  
گرمیوں میں جھانک کر دیکھ لو۔ کیا تمہارے  
مطلب اتنے سیاہ ہو گئے ہیں کہ تمہیں اپنے ضمیر  
کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی؟ اقتدار ایک وقتی  
دھوپ ہے جو عیدِ بابر یڈ چل جاتی ہے۔ اس  
دھوپ پر کسی کو گرفتِ دہائی نہیں ہوتی سازشوں  
کے بل پر اقتدار کی ہزار سالہ زندگی سے حق گوئی  
کا درد بہت قیمتی ہے جو کسی عام انسان کے  
نام کو تاریخ انسانیت میں جیشِ ہنر کے لئے  
لکھ دیتا ہے۔ اسی لمحہ گرفت کا عمل اور

بقیہ : سیاست نامہ جدید

کے کرنے کی چیز ہے۔ میں اس بات پر دو کہ ہے کہ  
 جاری انقلابی سپاہی پارٹیاں بڑی ہی بے حوصلہ  
 ہیں اور ۲۳ سالوں سے جو پرکے وہ قوم کو  
 دے تھے اور جن کی بنا پر آ پاکستان کا وجود  
 ہوا پر موسیٰ بوتامہ وہ سب کیوں ان کے  
 پر سے جس افتادار کی پٹی نہیں چٹا سکا یہ  
 بے حوصلگی اب ان سیاست دانوں کا نشان امتیاز  
 بن کر رہ گئی ہے۔ ہم ایک بالکل معمولی سا سوال  
 ان کے سامنے رکھتے ہیں وہ کوئی نئی بات نہیں  
 پچھلے دنوں اسے بہت دہرایا گیا ہے مگر چونکہ  
 ایک بنیادی حقیقت ہے اس لئے اس کا  
 جواب ضروری ہے۔

چھ نکات کے سلسلے میں جناب محبٹ نے شیخ صاحب سے صرف یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ یقین دہانی کرادیں کہ چینل پارٹی کا موقف اگر چھ نکات کی ترمیم کے سلسلے میں معقول ہو تو منظور کر لیا جائے گا۔ اس یقین دہانی پر یہ مطالبہ نہیں تھا کہ لازمی طور پر چھ نکات میں ہی تبدیلی ہو۔ مگر پاکستان کی باقی ساری ہی باتریوں کا رویہ یہ ہے کہ یہ مطالبہ غلط ہے۔

سے سیاست بگھڑتے۔ ایک ہی طرز کی میان بازی کو تہے ہیں۔ غلام کے غم میں دھماکے دھماکے ہیں اور غلام اس سفر سے پن پر تھکے لگاتے ہیں۔ اصلہ اسے یہ نہیں کیا ہوا۔ چور، تم انہیں دیکھ دیکھ کر حیفے کیوں مانتے ہو۔ سیٹیاں کیوں بجاتے ہو۔ خدا کے لئے "سیاسی قیموں" کی فریاد والا کو رس نہ شروع کر دینا۔ میں غریب مفت میں ادا ہوں گا۔



ریلوے پولیس نے ورثہ کی موجودگی میں

## لاش لاوارث قرار دے دی

نمائندہ الفتح

ماونے کا نتیجہ نہیں بلکہ اسے چند لوگوں نے پانی دشمنی کی بنا پر میت پر قتل کر کے ریلوے لائن پر ڈال دیا اور پھر اس کے بعد ان میت خاں نے ریلوے پولیس اور سول حکام کے ساتھ کی کہ اس میت پر قتل کو ریلوے کا حادثہ قرار دوا دیا۔ دین محمد کہتا ہے کہ اس کی مکمل طور پر تحقیقات کی جائے تاکہ میت پر مرموں کو کیفر کردار تک پہنچایا جاسکے۔

دین محمد اعلیٰ حکام کو اب تک کسی درجہ سینیٹے دے چکا ہے۔ پہلی درخواست اس نے ۲ نومبر ۱۹۷۰ کو گورنر سندھ، آئی جی پولیس سندھ، ایڈیشنل آئی جی سندھ کے نام ارسال کی تھی۔ دوسری درخواست ۱۴ نومبر کو دی گئی تھی۔ آئی جی پولیس کراچی اور ایس پی کراچی کو دی اور تیسری درخواست ۱۵ نومبر کو لاہور میں وارنٹ کو دی۔ جنہوں نے ۲۱ دسمبر ۱۹۷۰ کو ایڈیشنل آئی جی پولیس کراچی، ایس پی ریلوے، ڈیپو جنرل سپرنٹنڈنٹ ریلوے میڈیکل آفیسر کے ایم سی او ڈی آئی جی ویسٹ پاکستان ریلوے لاہور کو روانہ کیں۔ اور پھر بھی جب اس مسئلے میں کوئی کارروائی نہیں ہوئی تو ۲۴ مارچ ۱۹۷۱ کو صدر پاکستان اور چیف

۲۷ اکتوبر ۱۹۷۰ کو سٹی ریلوے اسٹیشن کے نزدیک ریلوے لائن پر ایک شخص کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ریلوے پولیس نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا۔ تحقیقات کی آمد اس کے نتیجے میں اسے لاوارث قرار دے کر سول ہسپتال بھیج دیا۔ جہاں پوسٹ مارٹم ہوا۔ ایک سرٹیفکیٹ جاری کیا گیا جس میں موت کا سبب دلی کا حادثہ قرار دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی لاش دفن ہو گئی۔ یہ کسی کی لاش تھی اسے لاوارث کیوں قرار دیا گیا جبکہ اس کے وارث ریلوے پولیس کے دروازوں پر بار بار دستک دیتے رہے۔ جبکہ موتی کے جسم پر وہ دردی بھی تھی جو اس کی شناخت ظاہر کرتی تھی۔ پھر پوسٹ مارٹم کے بعد بھی لاش اس کے وارثوں کو کوئی نہیں دکھائی گئی۔ یہ سوالات ایک ایسی کہانی کو جنم دیتے ہیں جو ہمارے موجودہ سماج میں تقریباً ہر روز جمع ہوتی ہے۔ لیکن اپنے بچے کوئی ایسے نشان نہیں چھوڑتی جو جبراً کارفرم بن کر سماج دشمن عناصر کے لئے تڑپانہ بن سکیں۔

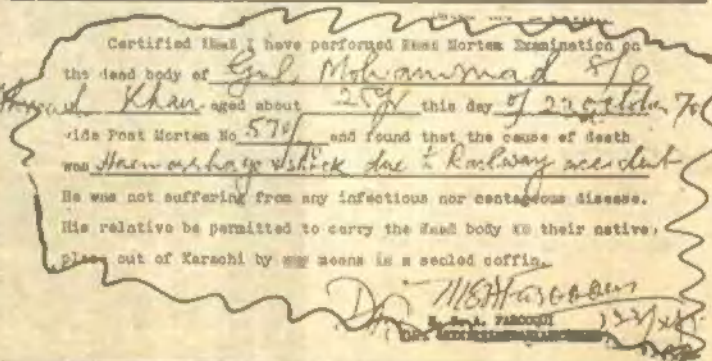
ریلوے لائن پر ملنے والی یہ لاش گل محمدی احمد خان کی تھی جس کے ایم سی ہسپتال نیو چالی میں چار پانچ سال سے خلفکام کے طور پر ملازم تھا۔ وہ ریلوے لائن پر مردہ حالت میں پایا گیا تھا۔ اس کا بھائی دین محمد اس کی کم شہرگی پر اسے لاش کے ساتھ اسٹیشن پہنچا تو اسے لاش نہ تو دکھائی گئی اور نہ اس کے حوالے کی گئی۔ جبکہ اسے لاوارث قرار دے کر سول ہسپتال بھیج دیا گیا جہاں پوسٹ مارٹم رپورٹ میں اس کی موت کا سبب ریل کا حادثہ قرار دیا گیا۔ لیکن موتی کا بھائی دین محمد اس کی ایک مختلف کہانی سناتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اس کے بھائی کی موت کسی اتفاقی

خیر جانبدارانہ تحقیقات کرائی جائے۔

سکندریہ خاندان عتیق چکر دار، ماسٹر انسٹرکٹر ایم ایم سی ہسپتال نیو چالی کراچی اور پہلوان (ماسٹر کراٹر دار) بتاتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی پولیس پولیس کا رویہ زیر بحث لانا ہے جس نے ایک معمولی غفلت کے معاملے کو اس قدر معمولی سمجھا کہ آذر وہ حال وارثوں سے بات تک نہ گوارا نہیں کی۔ یہ وارث جب کوشش کر کے رکن قومی اسمبلی علی گڑھ پیر زادہ سے سفارش کھار کے گئے تو ایس پی ریلوے نے نہ صرف موتی کے بھائی دین محمد بہت رکھائی سے بھاڑ دیا۔ بلکہ نہ کرنے کی دھمکیاں بھی دیں۔ پولیس کے اس ظالمانہ رویے کے خلاف پہلے بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ لکھنے کا نتیجہ اس کے سوا کچھ اور نہیں نکلا کہ لکھنے والوں کو کسی نہ کسی طرح شکنجے میں جکڑنے کی کوششیں سوار ہو گئیں۔ ہم انہی کاموں میں پہلے بھی تنبیہ کر چکے ہیں اور اب پھر انہیں تنبیہ کرتے ہیں کہ جاگیر دارانہ سماج ٹوٹ چھوٹ رہا ہے۔ سرمایہ دارانہ سماج اپنے تضادات کے باوجود پس رہا ہے۔ عوامی طاقتیں ابھر رہی ہیں اور وہ ان نظاموں کے ڈھکڑے ہٹے ہوئے دیوالیوں کو گر دینے کا تہیہ کرتے ہوئے ہیں۔ جاگیر دارانہ اور سرمایہ دارانہ سماج کی اس پولیس کو بھی اب نوشر دیوار پڑھ لینا چاہیے۔ سبھرتی ہوئی قومی قوتوں یا ان سے تعین نکلنے والے افراد کے خلاف برطانوی دور کا مکائد انداز نہیں کرنا کہ اب بدل دینا چاہیے ورنہ قومی قوتیں جب میلاد کی مندر بھرتی ہیں تو وہ دھکی اور سادہ لباس میں کوئی شخصیں نہیں کرتیں۔

موتی کے بھائی دین محمد نے صدر کے نام اپنی درخواست میں موتی کی عمر کے ساتھ کام کرنے والے چاند فراداد ان میں سے ایک کے رشتہ دار کو اس حادثہ کا ملزم قرار دیا ہے۔ اور ان کے نام اس نے



پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں موتی کی ہلاکت ریل کے حادثے کا نتیجہ بتائی گئی ہے

”میں جب ہسپتال پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ماسٹر اس کارٹر دار پہلوان اور ایک اور شخص ہسپتال کے کمرے کے باہر ایک بیچ پر بیٹھے ہیں۔ ماسٹر نے مجھے ہسپتال کے محلے کے کسی فرد سے بات نہیں کرنے دی اور نہ ہی ان سے کوئی رابطہ قائم کرنے کا موقع دیا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں کراچی میں ہوں اور اپنے بھائی کے ساتھ طبرستان ہوں لاش کو ہسپتال میں لاوارث قرار دے کر داخل کیا اور مجھے دیکر بھائی کی موت کی اطلاع تک نہیں دی۔ ماسٹر سے جب میں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اسے گل محمد کے مرنے کی اطلاع نہیں تھی۔ لیکن مجھے پاس بیٹھے



سندھ میں سیم اور تھور کا مسئلہ

## سرکار کے ٹیوب ویل صرف بڑے زمینداروں کیلئے ہیں

نمائندہ المفتح

کو دیکھ گئے۔ کسانوں نے اس ظلم پر احتجاج کیا تو مذراہ پیش کیا گیا کہ ان ٹیوب ویلوں میں سے دس میں کھاری پانی آ رہا تھا جو فصلوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ اور اگر یہ پانی کھیتوں میں فراہم کر دیا جاتا تو فصلیں تباہ ہو جاتیں۔ یہ وضاحت کرنے والے ذمہ دار حضرات غالباً یہ بھول گئے کہ یہ ٹیوب ویل سیم اور تھور کے انسداد کے لئے لگائے گئے تھے۔ اور ٹیوب ویل لگانے سے پہلے اس بات کا مکمل سروے کر لیا گیا تھا کہ کس جگہ سے کھار پانی حاصل ہوگا۔ اور کہاں سے کاشت کے قابل پانی لے گا۔ کھلیں پانی کے لئے علیحدہ تھور نہریں بنائی گئی تھیں اور پیٹھ پانی کے لئے علیحدہ انتظامات کئے گئے تھے۔ پھر ماہرین کے ان تمام تجویزوں کے بعد کاشت کے لئے پانی ہیا کر کے والے دس ٹیوب ویلوں سے اچانک کھار پانی کیسے نکلے گا؟

باقی تو سب ٹیوب ویلوں کو بند کرنے کی وجہ یہ بتائی گئی کہ ان ٹیوب ویلوں کے ذریعے اسلاب کی مقررہ حد کے مطابق زمین سے پانی نکالا جا چکا ہے۔ اس لئے ان سے مزید پانی نہیں لیا جاسکتا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلاب کے گاہرین نے سیم کو بند کرنے کے لئے پانی کی ایک مقدار کا تعین کیا تھا کہ اس زمین سے اگر اتنی مقدار میں پانی نکال دیا جائے تو سیم ختم ہو جائے گی۔ اور مزید زمین پانی کی اتنی مقدار نکالی جا سکی ہے جتنی سیم کو دور کرنے کے لئے ضروری تھی۔ اس وضاحت کی بنیاد پر چھوٹے کاشت کار اور باری یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ کیا ”اسلاب“ کے اہل کار اس علاقہ میں سیم کو دور کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں؟ کیا یہ زمین پانی کی سطح مقررہ حد تک کم ہو چکی ہے؟ کیا سیم زدہ زمینیں کاشت کے قابل ہو چکی ہیں؟

اگر ”اسلاب“ کے اہل کاروں کا جواب اثبات میں ہے تو ہم انھیں قواب شاہ، خیر پور، سانگھڑ، اور نظام محمد پور راج کے اس پاس کی ان زمینوں کا جائزہ لینے کا مشورہ دیں گے جو روز بروز سیم اور تھور کی وجہ سے بیکار ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ اور جس سیم زدہ زمینوں سے ”مطلوبہ مقدار“ میں پانی نکل جائے گا وہی

چکی میں صدیوں سے غریب کسانوں کا رہا ہے۔ لہذا سرکاری ٹیوب ویلوں کے پانی سے صرف بڑے بڑے زمینداروں کی زمینیں سیراب ہوتی رہیں اور غریب کاشت کاروں کی زمینیں ”قرب“ کے کنارے ہوتے ہوئے بھی برباد رہیں۔

جہاں کاشت کاروں سے علیحدہ کے اہل کاروں کے لئے گہے ”نذر تیراز“ کا انتظام ہو سکا، انھیں ان ٹیوب ویلوں سے پانی مل گیا اور جن غریبوں کو ”ہیرہ“ پیش کرنے کی توفیق نہیں ہوئی وہ ٹیوب ویلوں کے پانی ہی سے نہیں بلکہ ان نہروں کے پانی سے بھی محروم ہو گئے، جہاں سے انہیں پہلے تھور یا بہت پانی مل جاتا تھا۔ ”اسلاب“ کے اہل کار بھی کیا کریں جب تک ان کا پیٹ ناک تک پر نہیں ہو جاتا انہیں کاشت کاروں کی زمینوں کی پیاس کا احساس کیسے ہو سکتا ہے؟

دسمبر ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کے نتائج عوام کی توقع کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے شکست خوردہ استعمالی نظام کے علمبرداروں نے نوکرتاشی کے ذریعے جہاں شہروں میں عوام کو اپنے انتظام کا نشانہ بنایا۔ وہاں سندھ کے چھوٹے کاشت کاروں اور کسانوں کو بھی بیکار و انتہائی قوتوں کے انتظام کا نشانہ بننا پڑا۔ ایک تودہ بڑے زمیندار اور جاگیر دار تھے جنھوں نے اپنے خندوں کے ذریعے بار پیٹ، دشت گیری، موشیوں کی چوری اور فصلوں کو آگ لگانے کی وارداتیں کرنا شروع کیں کاشت کاروں اور باریوں کی خندیں حرام کر دیں۔ دوسری جانب نوکرتاشی کے اہل کاروں نے مختلف حیلوں سے انھیں پریشان کرنا اور انتخابات میں اپنی راستے کے استعمال کی مزاحمت شروع کر دی۔

سب سے پہلے خیر پور اور قواب شاہ کے علاقہ میں چلنے والے تقریباً سو ٹیوب ویل بند

سندھ میں سیم اور تھور کی روک تھام کے لئے حکومت نے ایک ”اسلاب“ (SCARP) ہے۔ اس حکم کے تحت سیم بڑی بھاری بھاری رقم رکھی جاتی ہیں لیکن سیم اور تھور میں کمی کی بجائے روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور سندھ کی زراعت اس حکم کی ناقص کارکردگی کی بدولت روز بروز تباہ ہوتی چلی جا رہی ہے۔

گذشتہ چند سالوں کے دوران اس حکم نے خیر پور، قواب شاہ، سانگھڑ اور دوسرے علاقوں میں کھ سو ٹیوب ویل لگائے تھے۔ ان ٹیوب ویل کا مقصد ایک طرف زمین کو سیم سے بچانے کے

وطن اور ہم وطنوں کی

امنگوں کے آئینہ دار

ترقی پسند

یونی ایل

بین الاقوامی بینکاری

یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ

ہیڈ آفس: چندریگر روڈ، کراچی

UBL C.170.00.

LINTAS 99





گھارو کے مزدوروں میں تصادم کی کہانی

## ایک خفیہ ہاتھ مزدوروں کو بیروزگار کر رہا ہے

نمائندہ افق

بنایا گی کہ یہ شعبہ بند کر دیا گیا ہے۔ اس پر یونین نے سیر ڈیمارٹسٹ سے رجوع کیا اسی معاملہ زیر غور رہی تھا کہ انتظامیہ ملز کی پیداوار کو متاثر ہوتے دیکھ کر یہ شعبہ دوبارہ چالو کرنے پر مجبور ہو گئی۔ لیکن یونین کو کمزور کرنے کے لئے اس نے برطون شدہ مزدوروں کو لینے سے انکار کر دیا اور گجرات سے مزدوروں کو درآمد کیا۔ گجرات سے مزدور بلوانے کا مقصد صرف مزدوروں کو آپس میں لانا تھا۔ یہ سامراجیوں کا پرانا حربہ ہے۔ کہ ”آپس میں لڑاؤ اور محکوم کو اس حربے کو ملز کی انتظامیہ نے نہایت خوش اسلوبی سے آزمایا۔ گجرات سے آنے والے مزدوروں میں زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہیں بڑے زمینداروں نے اپنی زمینوں سے بے دخل کر دیا ہے اور وہ اپنے پیٹ بھرنے کے لئے شہروں میں (جسے دوسوئے ”تہذیب کے گورستان“ کہتے ہیں) آئے ہوئے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بخش ملز کی انتظامیہ کو غیر قانونی بھرتی کرنے کی حرات کیسے برتی ہے؟ اس کا سبب سادہ جواب یہ ہے کہ ویلیا ملز کی ہڑتال میں انتظامیہ کی کھسکی جانبداری نے بخش ملز کے مالکان کو قانون اپنے ہاتھوں میں لینے پر اکسایا۔ بخش ملز کے مالکان نے سوچا ہر گاہ کہ جب ویلیا ملز کی انتظامیہ ایک ایسے معاہدے سے جس پر حکومت کے نمائندوں کے بھی دستخط ہوں، انحراف کر سکتی ہے۔ تو وہ سیر ڈیمارٹسٹ کے حکم کو کہیں ماننے، ملز کی انتظامیہ کو اس بات کا یقین تھا کہ انتظامیہ اور پولیس اس کے مفادات کا تحفظ کرے گی۔ قانون اُسے گرفت میں نہیں لے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا پولیس نے مزدوروں کو بھی ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا۔ انہیں گرفتار کیا۔ اس کے خلاف مفادات قائم کئے اور غیر قانونی بھرتی کرنے والی انتظامیہ کو کچھ نہ کیا۔

■ سیر ڈیمارٹسٹ نے بھرتی کی اجازت نہیں دی تھی۔ نہ بھرتی کس قانون کے تحت کی گئی ہے؟  
■ غیر قانونی بھرتی پر سیر ڈیمارٹسٹ اور حکام کیوں خاموش رہے؟  
■ سیر ڈیمارٹسٹ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والے جرنل میجر اکرم بھی کون قانون کی گرفت میں کیوں نہیں لیا گیا؟  
■ حکام اور پولیس نے صرف مزدوروں ہی کو کیوں گرفتار کیا۔ قانون شکن انتظامیہ اور اس کا جرنل میجر بھی تک کیوں آزاد رہے؟

ان سوالات نے محنت کشوں کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کون سا خفیہ ہاتھ انہیں بے روزگار کر رہا ہے جس نے اس تباہ کر رہا ہے۔ اور تال بندی کرنے والوں کی ہمت بڑھا رہا ہے۔ اور وہ یہ بھی سوچ رہے ہیں کہ ان کے منتخب کردہ نمائندے خاموش کیوں ہیں؟

بخش میٹنل ملز گھارو کا واقعہ تو بے کامتاق ہے اور خود ملز کی وجہ سے رہا ہے۔ اس واقعہ کے ڈانڈے مزدوروں کی ان برطانیوں اور کسٹوں کی ان بے دلیوں سے ملتے ہیں جو ملکی انتخابات کے فوراً بعد سے شروع ہوئیں۔ ان برطانیوں اور بے دلیوں کا مقصد یہاں محنت کشوں کو ان کی اس ”بغوت“ کی سزا دینا ہے جو انہوں نے انتخابات میں کی۔ یہاں مستقبل کی حکومت پر اپنی طاقت کا مظاہرہ بھی کرنا ہے کہ ”دیکھو اگر تم نے ہماری بات نہ مانی تو ہم ملک کی معیشت تباہ کر سکتے ہیں۔“ بخش میٹنل ملز کی انتظامیہ نے بھی ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایک شعبے کے مزدوروں کو بغیر کسی حجاز کے برطون کر دیا۔ یونین نے انتظامیہ سے گفت و شنید کی تو اسے

بخش میٹنل ملز گھارو کی انتظامیہ نے کہہ دیا کہ ملز ایک شعبے کے مزدوروں کی اجازت سے نکال دیا تھا۔ چنانچہ یونین نے یہ معاملہ سیر ڈیمارٹسٹ میں پیش کر دیا۔ اس ملز کے تشکیلات نے نکالے ہوئے مزدوروں کی جگہ جب نئی بھرتی کرنی چاہی تو سیر ڈیمارٹسٹ نے انہیں اس کی اجازت نہیں دی۔ کیونکہ برطون کئے جانے والے مزدوروں کا معاملہ زیر غور تھا۔ اس پر ملز کے جرنل میجر اکرم بھی نے گجرات سے مزدوروں کو بلوا کر بھرتی کر لیا۔ اور انہیں اپنے ننگے کے ساتھ زیر تعمیر کارخروں میں رہنے کی حکم دیا۔ جرنل میجر کے اس اقدام پر ملز کے مزدور متحش ہو گئے اور انہوں نے ۱۴ مارچ کی درمیانی شب کو میجر کے ننگے پر حملے سے متعلقہ ہے حملہ کر دیا۔ اس کو قلع پر گجرات سے آئے ہوئے مزدوروں اور پرانے مزدوروں میں مزید دست تصادم ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں دونوں پارٹیوں کے ۱۸ افراد زخمی ہوئے جن میں سے ایک ۳۵ سالہ مزدور معایت جین جس کا تعلق پرانے مزدوروں کی پارٹی سے تھا۔ بعد میں سولی ہسپتال میں ہلاک ہو گیا۔۔۔۔۔ ابتدا میں تقریباً آٹھ سو افراد کو جراثیم میں لے لیا گیا تھا جن میں سے پولیس کے مطابق سات سو افراد کو تنبیہ کر کے چھوڑ دیا گیا۔ اور ایک سو افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ جن کے خلاف تصادم قتل، لہرہ، مداخلت، بھا مار پیٹ، ہلاک کو نقصان پہنچانے اور دفعہ ۴۱ کی خلاف ورزی کرنے کے الزام میں مقدمات قائم کئے گئے ہیں۔ کچھ افراد کے خلاف مارشل لاہ ضابطہ ۱۹۷۱ء کے تحت بھی مقدمہ قائم کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ اور وزنامہ جنگ مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۷۱ء

■ اس ہنگامے کا ذمہ دار کون ہے؟

کیا جادو ہے ان میں زیر زمین پانی کی سطح میں پہلے سے بھی زیادہ اضافہ ہو چکا ہے۔ اسی صورت میں خوب دیل بند کرنے کے لئے مطلوب مقدار میں پانی کے استخراج کا عذر کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ دوسری بات یہ کہ اگر یہ زمینیں سیم سے نجات پانچ بھی جاتیں تو پانی کی ”مطلوبہ مقدار“ کو خوب دیل بند کرنے کا عذر اس بنا پر نہیں بنایا جاسکتا کہ ٹیپ بیلوں کے ذریعہ پانی صرف سیم زدہ زمینوں سے حاصل نہیں کیا جاسکتا بلکہ جہاں سے بھی پانی معقول مقدار میں ہیا ہو سکتا ہے، حاصل کیا جا سکتا ہے۔

خریبہ کاشت کاروں کو بہرہ دل سکھانی سے محروم کرنے کا یہ عذر پیش کیا جا رہا ہے کہ وہ پونٹ ٹرنے کی وجہ سے سمندر کو دریائی پانی کی مناسب مقدار حاصل نہیں ہو رہی ہے۔ دریائی پانی کی اس کمی کا شکار صرف چھوٹے کاشت کار اور کسان نیٹے ہیں۔ بڑے زمینداروں کو پانی باغیچہ جیسا کیا جا رہا ہے۔ نہری پانی کے اس مسئلے پر کسی آئندہ اشاعت میں تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔ اس وقت ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ جن خوب دلیوں کو بند کیا گیا ہے پانی کے جن خزانوں پر اس کارپ کے اہل کار سانپوں کی طرح چھین چھیلانے بیٹھے ہیں وہ عوام کے پیسے سے تعمیر کئے گئے ہیں۔ ان خوب دلیوں کی تعمیر میں اس ملک کے محنت کشوں کے قرضے لینے کا یہ شائبہ ہے۔ اور اب وہ اپنے قرضے لینے کو مزید دیا گیا جانے نہیں دیں گے۔ اگر چارے سرکاری اداروں نے اپنی موجودہ روش ترک نہ کی تو عوام کا پیسہ نہ سمیر میریز ہو جائے گا۔

## اعلان

کاغذ کی شدید قلت اور قیمت میں بے پناہ اضافے کے پیش نظر اس شمارے سے افق کے مرتبہ صفحات کم کئے جا رہے ہیں۔ یہ اقدام تہمتی عیدری میں کیا گیا ہے۔ تاہم ادارہ نے کوشش کی ہے کہ پورے کے میعاد اور مواد کو نہ صرف ہرگز رکے بلکہ اسے مزید بہتر بنائے۔ جہیں امید ہے کہ قارئین کو ہماری اس عیدری اور کوششوں کو سامنے رکھتے ہوئے صفحت میں کمی کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنا تعاون جاری رکھیں گے۔ (ادارہ)



